الله اعلیٰ و اجل

R.N — 8519/64 | REGD. No. H-474

ضلع کرنول سے شائع ہونے والا اردو کا واحد مذہبی اخبار

پندرہ روزہ
عزیز کرنول
ماہانہ ایڈیشن

قیمت سالانہ
معاونین سے :-
دس روپے
عام خریداروں :-
پانچ روپے

ایڈیٹر:- عبدالعزیز رحمانی

جلد (۴) | یکم مئی ۱۹۶۸ء مطابق ۲ صفر المظفر ۱۳۸۸ھ روز چہار شنبہ | شمارہ (۴) (۱۰۹)

آنحضرتؐ مجسم عمل اور حسنِ بصیرت میں یکتائے زمانہ تھے

خداوند تعالیٰ نے انہیں جامع الصفات پیدا کیا

صالح محمد صدیقی

حضورؐ کی شانِ اسلام کا یہ ایمان ہے کہ خداوند تبارک و تعالیٰ نے رسول اللہ کو جو پیغام دے کر بھیجا تھا وہ کسی خاص زمانے خاص امت یا نسل کے لوگوں کے لئے نہ تھا بلکہ وہ تو روئے زمین پر بسنے والی مخلوق کے لئے تھا جو زمانہ بعثت کے وقت موجود تھی اور اب موجود ہے اور قیامت تک مخلوق کے ساتھ جو متعلق رہے گی۔ چونکہ یہ کام نہایت مشکل اور ان کے سپرد کئے جانے والا کام انتہائی نازک اور اہم تھا یہی وجہ ہے کہ خداوند عالم لم یزل نے انہیں جامع الصفات پیدا کیا۔

اگر بنظر غائر رسول اللہ کی حیات طیبہ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ علم و بصیرت کا اصلی سرچشمہ صرف حیات نبوت اور منہاج رسالت ہے جسے قرآن حکیم میں لبیک اولوات والارض نے حکمت سے تعبیر کیا ہے۔ آج بھی ان جیسی آمیزہ نگاہوں کے لئے موجود ہے۔ علم و حکمت کی دانش فروشیوں کے ہاتھوں یقین و اعتماد کی دولت سے محروم ہو چکے ہیں۔ آپ کی ذات میں حکمت و دانائی کی ظرفہ فروز جھلکیاں زرقانی میں موجود ہیں۔ تاریخ اسلام کو کہیں سے بھی کسی مقام پر کھول کر دیکھئے آپ کو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ میں علم و بصیرت فہم و ادراک ذہانت و فطانت اور عقل و شعور کی جھلکیاں بلند پایہ اور مستحسن انداز میں کسی نظر آئیں گی۔ اور یہ انکی صفات و کمالات کا حیرت خیز ہے کہ ان میں سے ایک ایسا عظیم کارنامہ سرانجام دیا کہ جس میں ہر قیاس لاانسانی رحمت و یکتائی نہ...

کرے گی اور جو آنکرہ مسلمانوں کے خون کو زندگی کی حرارت مہیا کرے گا۔

اسلام کا یہ نامور تاریخی ایاز اپنی کتاب المعرف تعریف المصطفےٰ میں لکھتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلعم کی حیات طیبہ پر اس کتاب علم میں ہیں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ حضور پرنور فہم و ادراک میں یکتا اور حکمت و دانائی میں لاثانی اور ذہانت اور فطانت میں بے مثال تھے۔

حق تعالیٰ نے انہیں جو قدر حکمت و دانائی اور فہم و ادراک عطا فرمایا تھا۔ اس کے مقابلے میں ساری دنیا کے عقلے ایک جوکے برابر آتی ہے۔

حجر اسود کا واقعہ

ان کی ذہن کی پختگی اور شعور و فہم و بالیدگی کا اندازہ ان بے شمار واقعات سے لگایا جا سکتا ہے جو آج بھی کھلی ہوئی کتاب کی طرح موجود ہیں جب سیلاب سے کعبۃ اللہ کی دیواریں شق ہو گئیں تو اس کی از سر نو تعمیر میں مہران قریش نے حصہ لیا۔ خداکی مرکزیت اور احترام کے پیش نظر تمام قبیلوں نے کام کیا۔ اس وقت ایک سوال ایسا اٹھ کھڑا ہوا جس نے تمام قبیلوں کو مرعوب کیا یہ بھی چولیں ہلا کر رکھ دیں۔ وہ یہ کہ حجر اسود کو اٹھا کر اس کے مقام پر رکھنے کا سوال ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ خود رکھنے کی سعادت حاصل کرے۔ جس سے نفاق...

تلوار کی صورت اختیار کر چکا تھا قریب تھا کہ تلوار نیام سے نکل آتیں اور خون انسانی سے ساری زمین سرخ ہو جاتی کہ ابو امیہ بن مغیرہ درمیان میں آ گئے۔ اور انہوں نے مشتعل انسانوں کے کھولتے ہوئے دماغوں کو عقل و دانش کے پانی سے ٹھنڈا کیا۔ اس تجویز پر سب متفق ہو گئے کہ صبح جو شخص سب سے پہلے خانہ کعبہ میں داخل ہوگا وہی یہ قابل فخر کارنامہ انجام دے گا۔

چشم شب اس خوش نصیب کا چہرہ دیکھنے کے لئے کھلی کی کھلی تھی لیکن دنظارہ کر دیکھیں قرعہ فال کس کے نام پڑتا ہے اور سب سے پہلے خانہ کعبہ میں کون قدم رکھتا ہے۔ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی آرزو میں پو پھٹنے سے پہلے جو خدا اور فرمالخانہ کعبہ میں داخل ہوا اس نے حضرت محمد صلعم کو موجود پایا چنانچہ یہ کام ان کے سپرد کیا گیا۔ کام کچھ ایسا فہم و ادراک اور عقل و شعور کا کوئی انسان ہوتا تو وہ اس اعزاز پر فخر و مباہات کی تصویر بن جاتا لیکن اس نظر ان کی عقل و بصیرت کی بلندیوں کا اندازہ کیجئے جو نہایت دانشمندی کے ساتھ وہی چادر کو شانہ اقدس سے اتار کر زمین پر بچھا دیتا ہے اور حجر اسود کو اس پر رکھنے کے بعد کہتا ہے کہ اس چادر کے کونوں کو سرداران قریش تھام لیں۔

اور اس سعادت میں وہ بھی شریک ہوں تاکہ نامحرومی کا احساس کسی کو مرتب نہ نفس کے زیبا روپوں پر اس میں گرنہ پڑے۔

ایک بدو کا واقعہ

اسی طرح ایک بدو کا واقعہ بھی خالی از دلچسپی نہیں۔ ایک بدو خدمت رسول میں حاضر ہوا اور اس نے مدد طلب فرمائی۔ رسول اللہ نے اسے کچھ دیا اور پوچھا خوش ہو۔ بدو نے جواب دیا جی نہیں۔ اس بدو کی یہ حرکت صحابہ کرام کو بری لگی۔ وہ غصہ میں غضبناک ہو کر اس بدو کو گستاخی کا مزہ چکھانا چاہتے تھے کہ رسول اللہ نے انہیں روک دیا اور گھر تشریف لے گئے اور مزید کچھ لا کر اس کی نذر کیا۔ اور پوچھا اب خوش ہو۔ بدو نے جواب دیا جی ہاں خداوند کریم آپ کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

رسول اللہ نے اس بدو سے فرمایا میرے دوست وہ اب تیرے جواب سے سخت ناراض تھے۔ اگر بار خاطر نہ ہو تو انہیں خود بتا دو کہ اب خوش ہو۔ وہ راضی ہو گیا اس وقت وہ پھر آیا۔ رسول اللہ جو صحابہ کرام کے جلو میں رونق افروز تھے۔ انہوں نے فرمایا تجھے معلوم ہے کہ تو نے کل کیا جواب دیا تھا۔ بعد ازاں جب میں نے تمہیں کچھ اور دیا تو خوش ہو گئے اور تم نے کیا کہا تھا۔ بدو نے خوشی کے مارے کہا تھا کہ خدا آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ بعد ازاں رسول اللہ نے اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا اس شخص کا میرا اور تمہارا ایسا ہی ہے اس شخص کی ایسا مثال جس کا

اونٹ بھاگ گیا جو لوگ اسے پکڑنے کے لئے دوڑیں وہ جو بھی اونٹ کے قریب جاتے ہیں اونٹ اور سرپٹ بھاگ گیا۔ آخرکار وہ شخص ان لوگوں سے کہنے لگا کہ بھائیو تم اس اونٹ کو بھاگنے دو، مجھے پکڑنے دو چونکہ وہ شخص اونٹ کے عادات و اطوار سے واقف تھا۔ اس لئے اس نے اونٹ کا تعاقب کیا۔ اسے پچکارا پیار کیا اونٹ ٹھہر گیا۔ اس شخص نے اس پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اونٹ بیٹھ گیا۔ اور وہ آدمی اس پر سوار ہوا اور اپنی راہ لی۔

اس واقعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ میں فہم و فراست کتنی زیادہ تھی کہ وہ انسانی کردار و اطوار کو سمجھتے تھے۔ اور عیب جوئی کے بجائے عیب پوشی کو احسن سمجھتے تھے اور انسانی دلوں کے مسخر کرنے کا گُر تھا۔

رسول اللہ کا صبر و تحمل کتنا تھا اس کا اندازہ تو صرف ایک واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ ایک واقعہ نہیں رسول اللہ کی حیات طیبہ کی تسبیح میں جا بجا اس قسم کے واقعات سچے موتیوں کی طرح روشن و تابناک نظر آتے ہیں۔

حضور مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے مسجد میں پیشاب کرنا شروع کیا۔ اصحاب کرام چاروں طرف سے اسکی خبر لینے کے لئے دوڑے۔ آپ نے انہیں روک دیا۔ جب اعرابی پیشاب کرکے فارغ ہوا تو آپ نے اسے قریب بلایا اور نہایت محبت سے اسے سمجھایا کہ عبادت گاہ میں پیشاب نہیں کیا کرتے۔ بعد ازاں اس پر ایک ڈول پانی بہانے کا حکم دیا۔

اسی طرح ایک دن مسجد نبوی میں رسول اللہ صلعم رونق افروز تھے ایک شخص آیا اور اس نے رسول اللہ سے ایک رقم کا مطالبہ کیا۔ جس کے بارے میں اسکا دعویٰ تھا کہ یہ رسول اللہ کے ذمے واجب الادا قرض ہے رسول اللہ خاموش اس کی سنتے رہے۔ اس نے اول ہی جلالی باتیں شروع کردیں اور آپ کا عبا پکڑ کر کھینچا۔ حضرت عمرؓ نے جب یہ دیکھا تو غصہ میں بھر گئے اور اس کی طرف دوڑے۔ رسول اللہؐ نے نہایت صبر و تحمل کے ساتھ اس شخص کی گفتگو سنکر فرمایا۔ اے عمر تمہیں ہرگز ایسا نہ کرنا چاہئے بلکہ تم مجھے حسن ادائیگی کا مشورہ دیتے اور قرض خواہ کو حسن سلوک کی ہدایت کرتے۔ بعد ازاں آپ نے اس رقم کی ادائیگی کا انتظام کیا۔ وہ رسول اللہ کے اس حسن سلوک سے اتنا متاثر ہوا کہ اس نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔

صلح حدیبیہ

صلح حدیبیہ کے وقت حضرت نبی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو تدبر و ذہانت کا ثبوت دیا۔ اسے دیکھ کے عقل سلیم عاجز اور فہم و ادراک دم بخود اور نگاہ تدبر و سیاست والہ و حیران ہے یہاں تک کہ وہ سربرآوردہ اصحاب کرام بھی جن کی عقل و ادراک آتش ایمان و ایقان میں تپ کر کے کندن ہو چکی تھی۔ وہ بھی اس بشریت کی گہرائی اور عبقریت اعلیٰ دانشمندی اور شعور کی فیصلہ کاری کو نہ سمجھ سکے لیکن بعد کے واقعات و حقائق نے ثابت کردیا کہ نبی کریم نے جو کچھ سوچا تھا وہ صحیح اور مسلمانوں کے لئے باعث اطمینان تھا۔

سرور کائنات اور آپکے جان نثار مہاجرین مکہ سے نکلے ۶ سال ہو چکے تھے۔ ۶ سال کی غریب الوطنی دل میں بار بار عزیز و اقارب کے میل و ملاقات کے احساس کو زندہ کرتی رہتی تھی۔ رسول اللہ نے خواب دیکھا کہ وہ اور ان کے صحابہ کرام مناسک حج ادا فرما رہے ہیں۔ چنانچہ اس تائید ایزدی پر ۱۴ سو مسلمان حج بیت اللہ کی سعادت کے لئے مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے ذوالحلیفہ جو مدینہ طیبہ سے ۶ میل ہے سب صحابہ نے احرام باندھا اور مکہ مکرمہ سے نو میل کے فاصلہ پر ایک کنوئیں کے قریب جاکر رک گئے جس کا نام حدیبیہ تھا۔ کفار مکہ کو جب مسلمانوں کی آمد کا علم ہوا تو انہوں نے سمجھا کہ مسلمان جنگ و جدل کا بازار گرم کرنے آئے ہیں چنانچہ انہوں نے صورت حال کا جائزہ لینے کے لئے ایک ایلچی رسول اللہ کی خدمت میں بھیجا۔ رسول اللہ نے صاف صاف فرمادیا کہ مسلمان صرف حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے آئے ہیں۔ ان کا ارادہ جنگ قطعی نہیں۔ کفار مکہ کے لئے یہ احسن ہے کہ وہ صلح کرلیں اور مسلمانوں کو کعبۃ اللہ کی زیارت کرنے دیں۔

کفار مکہ اور رسول اللہ کے درمیان نامہ و پیام جاری رہا۔ کفار کسی قیمت پر بھی مسلمانوں کو بیت اللہ میں داخلہ کی اجازت دینے پر آمادہ نہ تھے۔ حضور اقدس نے اتمام حجت کے لئے اور مصالحت کی آخری کوشش کے طور پر حضرت عثمان بن عفان کو قریش کے سرداروں کے ساتھ مذاکرات صلح کے لئے بھیجا انہیں بھیجنے میں مصلحت یہ تھی کہ حضرت عثمان جو امیہ کے سربرآوردہ ماہرین میں سے تھے۔ ادھر ان کے قبیلے کے سربرآوردہ افراد کے ساتھ انکی عزیزداری تھی۔ سرداران قریش نے ان کی خوب خاطر تواضع کی لیکن وہ اپنے فیصلہ پر بضد رہے کہ مسلمانوں کو بیت اللہ میں داخل نہ ہونے دینگے۔

حضرت عثمان کی واپسی میں تاخیر پر یہ افواہ گرم ہوگئی کہ انہیں کفار قریش نے شہید کرڈالا۔ اس وقت رسول اللہ تک یہ خبر پہنچی۔ اس وقت حضور ایک درخت سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے سنتے ہی کھڑے ہوگئے اور ہاتھ بڑھا کر فرمایا۔

مسلمانو! اگر عثمان بن عفان کا انتقام لینے کے لئے جنگ لڑنا پڑی تو کیا تم میرا ساتھ دوگے۔ تمام صحابہ کرام نے لبیک کہتے ہوئے دست رسول خدا پر بیعت کی جب بیعت کرچکے تو رسول اللہ نے اپنا ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھ کر حضرت عثمان کی طرف سے بیعت لی اور کنایۃً اس افواہ کی تردید فرمادی کیونکہ بیعت تو زندہ افراد سے لی جاتی ہے۔ اس بیعت کو بیعت رضوان کہتے ہیں جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔

بیعت رضوان کے بعد مسلمانوں میں جوش و خروش بڑھ گیا شوق شہادت اور جذبہ جہاد کا یہ عالم تھا کہ ہر مسلمان بے سروسامانی کے عالم میں بھی شمشیر براں نظر آتا تھا۔ کفار مکہ کو جب مسلمانوں کے اس جوش و خروش کا علم ہوا تو انہوں نے سہیل بن عمرو کو گفتگوئے مصالحت کے لئے بھیجا۔ بڑی رد و قدح کے بعد معاہدہ مرتب ہوا۔ جسکے ہر اس لفظ پر سہیل بن عمرو نے اعتراض کیا جس سے مسلمانوں کی عظمت و برتری کی جھلک آتی تھی۔ ان پر بعض صحابہ چیں بہ جبیں ہوگئے لیکن رسول نے قطعی اثر قبول نہ فرمایا۔ کیونکہ ان کی دوربیں نگاہیں تو ان سیاہ حروف کی ان ظلمتوں اور خوش بختیوں کو دیکھ رہی تھیں۔ جو مسلمانوں کے مقدر ہونے والی تھیں۔ کفار مکہ خوش تھے کہ انہوں نے اپنی ہر بات منوالی۔ مسلمانوں نے یہ تسلیم کرلیا کہ وہ اس سال حج بیت اللہ بغیر واپس چلے جائیں گے۔ اگر قبیلہ قریش کا کوئی فرد رسول اللہ کے پاس قبول اسلام کے لئے آئیگا اس کے پاس اپنے قبیلہ کے سردار کا اجازت نامہ نہ ہوگا تو مسلمان اسے فی الفور واپس کردینگے اگلے سال مسلمان اسی صورت میں داخل مکہ ہونگے بشرطیکہ ان کی تلواریں نیام میں ہوں۔ مسلمانوں کو کفار کے حوالے کرنا۔ اور مسلمانوں کو منظور نہیں ہوا رسول اللہ نے بذات خود اس شرط کو قبول کیا۔ اسی کا نام اللہ نے اسی شرط کو فتح مبین کہا اور اسی شرط سے مسلمانوں کو فروغ و ارتقاء فتح و ظفر نصیب ہوئی صلی اللہ علیہ وسلم۔

کس حال میں گزر رہی دنیا میں خدا جانے
غیروں کی شکایت کیا اپنے بھی ہیں بیگانے
کیا میری سمجھیں گے وہ کیا مجھ کو مدد دیں گے
جو خود ہی پریشان ہیں آئے ہیں وہ سمجھانے
ہر صوفی ہے مستانہ اسلام سے ناواقف
عالم ہے زمانہ کی دنیا کے ہیں دیوانے
تقریر نہیں کرتے ہرگز کبھی مولانا
کھانے کو مرغن ہو جب کہتے وہاں کھانے
سب تیاگ دلادیتا اسلام میرے دل کا
اسلام ہے بیہودہ محفل میں فقط گانے
سجدوں کو ترستی ہے بستی کی ہر ایک مسجد
آباد سینما ہیں آباد ہیں میخانے
ہاں ہوش میں رہتے ہیں پی پی کے مئے وحدت
بہکا نہیں کرتے توحید کے مستانے
کروا بیٹھانے ہیں توحید پرستوں کے
مسجد ہی ہے مینا نہ اور سجدے ہی پیمانے
کفش کی قدآ ایکی سرکار مدینہ کی
تو شمع کملی تھے اصحاب تھے پروانے

> دو وقف کا مال کھا رہے ہیں دلوں میں خوف و خطر نہیں ہے
> عذاب آئے گا ایک نہ ایک دن مگر یہ ان کو خبر نہیں ہے
> وہ مولوی وعظ کیا کرے گا حرام کی روزی جو کھا رہا ہے
> سنائے قرآن تو فائدہ کیا جب آپ خود راہ پر نہیں ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پندرہ روزہ **عزیز** کرنول

۲ صفر المظفر ۱۳۸۵ھ روز چہار شنبہ

سیرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم

غزوہ احد

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کے ساتھ پہاڑ کی گھاٹی میں داخل ہوئے وہاں ابی بن خلف تھا جس نے مکہ کی وادی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد و پیمان کیا تھا کہ اے محمد! میرے پاس ایک گھوڑا ہے جس کو میں روزانہ ایک بوری اناج کھلاتا ہوں میں اس گھوڑے پر سوار ہو کر تم کو قتل کروں گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا تھا بلکہ ان شاء اللہ میں تجھ کو قتل کروں گا۔ گھاٹی میں ابی بن خلف نے جب رسول اللہ کو دیکھا تو اس کو عہد یاد آیا اور للکار کر کہا۔ اے محمد! لا نجوت ان نجوت۔ اس وقت ہم دونوں میں سے کوئی ایک مرے گا۔ دونوں باقی اور سلامت نہیں رہ سکتے۔ وہ جوش و غضب میں بھرا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھا۔ صحابہ کرام نے اجازت طلب کی کہ ہم اس کمبخت کا مقابلہ کرتے ہیں۔ لیکن آپ نے اجازت نہیں دی بلکہ فرمایا اس کو میرے پاس آنے دو اور خود حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ کا نیزہ ہاتھ میں لیا اور اس زور سے جھٹکا دیا کہ صحابہ تتر بتر ہو گئے۔ آپ آگے بڑھے اور ابی بن خلف کی گردن پر نیزہ سے وار کیا۔ اس حملے سے ابی بن خلف کی گردن پر کچھ خراش آگئی اور خون آلود ہوا۔ یہ ضرب ایسی لگی کہ پھر وہ اپنی سواری پر سنبھل نہیں سکتا تھا۔ بار بار گرا پڑا اور چلاتا چیختا جاتا تھا کہ محمد نے مجھے قتل کر دیا ہے وہ اسی حالت میں وہ اپنی قوم قریش میں گیا۔ تمام لوگ حیران اور پریشان ہو گئے اور ابی بن خلف کو ملامت کی کہ کوئی زخم نہیں ہے۔ اور نہ کوئی قطرہ خون خارج ہوا ہے۔ پھر اس طرح اپنی موت کو کیوں یاد کرتا ہے؟ تیرا دل و دماغ خراب ہو گیا ہے اور تو ڈرپوک ہو گیا ہے۔ ابی نے جواب دیا، اللہ کی قسم محمد نے مجھ سے کہا تھا کہ میں تجھ کو قتل کروں گا۔ لہذا اس کی بات سچی ہے۔ اگر وہ مجھ پر تھوک دیتا تب بھی میں ہلاک ہو جاتا۔ یقیناً مجھ کو اس خراش سے میری موت اور ہلاکت ہے اب میری نجات ناممکن اور محال ہے۔ چنانچہ قریش جب میدان احد سے مکہ کی طرف واپس ہوئے تو مقام سرف میں پہنچ کر ابی بن خلف ہلاک ہوا۔ اور واصل جہنم رسید ہوا۔ لعنۃ اللہ علیہ۔

اس واقعہ میں ایمان اور ایقان والوں کے لئے بصیرت افروز اسباق ہیں آپ کی صداقت اور طہارت کو دیکھیے کہ آپ کی پیشین گوئی کہ میں تجھ کو قتل کروں گا پوری ہو کر رہی صادق آئی۔ عام طور پر لوگوں کو علم ہے کہ قرآن مجید آپ کی شان میں رحمۃ للعالمین کہتا ہے لیکن تاریخ گواہ ہے کہ آپ دنیا میں سب سے زیادہ بہادر ہیں۔ آپ نے سب سے زیادہ معرکہ آرائی کی ہے۔ جنگ و جہاد میں زندگی گزاری ہے۔ مورخین کا بیان ہے کہ تقریباً آپ کی طرف سے اسی غزوات اور سرایا ہوئے ہیں۔ معلوم کیجئے اب ان میں کتنے قتل ہوئے ہوں گے اور کتنا خون بہا ہوگا جس کے تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ آنکھوں سے آنسو نکلتے ہیں۔ دنیا میں بہت سے جنگجو اور بہادر گزرے ہیں لیکن وہ اپنی زندگی میں سب کا سب بارہ ہزار اللہ بھی نہیں ترسے۔ اس صورت میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین کیسے ہو سکتے ہیں۔

غور کیجئے یہ تمام غزوات اور سرایا کفار و دشمنوں کی طرف سے ہوئے اور کثرت غزوات و سرایا سے یہ اندازہ بخوبی ہوتا ہے کہ آپ کے دشمن بہت اور بہت زیادہ تھے۔ آپ کو ایک لمحہ فرصت نہیں دیتے تھے۔ ہر لمحہ آپ کو جلانے اور پریشان کرنے کے لئے لگے رہتے۔ آپ کی رحمت للعالمین کی بڑی دلیل یہ ہے کہ آپ نے اپنی ساری زندگی میں اور تمام غزوات و سرایا میں کسی ایک دشمن کو بھی قتل نہیں کیا کسی ایک کا ایک قطرہ خون زمین پر نہیں بہایا مگر دشمنوں نے طائف اور احد میں آپ کو خون آلود کیا اور آپ بے ہوش ہو گئے۔ گڑھے میں گر پڑے۔ دشمنوں کی طرف سے طرح طرح کی ایذا رسانیاں اور انتہائی اذیت اور تکالیف پہنچیں۔ لیکن آپ نے کسی سے انتقام اور بدلہ نہیں لیا۔ البتہ یہ بیان ہے کہ آپ نے ابی بن خلف کو قتل کیا لیکن اس کا بھی ایک قطرہ خون زمین پر نہیں گرایا۔ صرف معمولی خراش لگائی تھی جس کے صدمہ سے وہ ہلاک ہو گیا۔

یہ تو جانے ایمانیات میں داخل ہے کہ ابی بن خلف کافر مردود اور آگ کا مستحق تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں جہنم رسید ہوا۔ بہرحال اس میں ایک خوبی تھی جو ہمارے لئے قابل رشک تھی۔ باوجود رسول اللہ کا دشمن تھا پھر بھی وہ رسول اللہ کی ہر بات پر کامل اعتقاد اور یقین رکھتا تھا کہ زمین آسمان اپنی جگہ سے ٹل سکتے ہیں لیکن محمد کی بات بے معنی اور غلط نہیں ہو سکتی۔ کاش یہ یقین اور اعتقاد ہم کو نصیب ہو جائے۔ اور ہم اپنے پیارے رسول کی ہر بات پر قربان ہونے لگیں۔

جب آپ گھاٹی کی دوسری جانب پہنچے تو آپ کو پینے کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی ڈھال میں پانی بھر لائے چونکہ پانی میں کچھ بدبو تھی اس لئے آپ نے کراہت کی اور پانی نہیں پیا۔ البتہ اس پانی سے آپ کے چہرہ مبارک سے خون دھو دیا گیا۔ اور کچھ پانی سر مبارک پر ڈالا گیا۔ اس وقت آپ فرما رہے تھے اللہ کا بہت زیادہ غضب ہے اس آدمی پر جس نے اپنے نبی کے چہرہ کو خون آلود کیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے جو رسول اللہ سے یہ سنا تو واللہ میں کسی آدمی کے قتل پر اتنا حریص نہیں تھا جتنا کہ اپنے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کے قتل پر میری حرص بڑھ گئی۔

بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ گھاٹی میں تھے کہ دوسری جانب سے خالد بن ولید کا دستہ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ بیٹھا۔ آپ نے دعا کی۔ اللھم ان لوگوں کو پہاڑ پر چڑھنے سے روک دے۔ چنانچہ اسی جانب حضرت عمر بن خطاب اور چند مہاجرین نے حملہ کیا۔ اور خالد کے دستہ کو پہاڑ سے اتار دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹان پر چڑھنا چاہتے تھے لیکن کمزوری اور نقاہت کی وجہ سے چڑھ نہیں سکے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے۔ اور حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت طلحہ پر سوار ہوئے پھر چٹان پر پہنچ گئے۔ اسی وقت آپ فرما رہے تھے طلحہ پر جنت واجب ہو گئی

غزوہ احد میں زخموں کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز بیٹھ کر پڑھائی۔ اور تمام صحابہ کرام بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھے۔

یہاں اس مسئلہ کی توضیح ہو جائے کہ امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدیوں پر بھی ضروری اور واجب ہے کہ امام کی اقتدا کرے یعنی بیٹھ کر نماز پڑھے۔ اگر کوئی مقتدی اپنی جہالت اور نادانی سے کھڑا رہ کر نماز پڑھتا ہے اگر کوئی مقتدی دانستہ عمداً بیٹھے ہوئے امام کے پیچھے کھڑے ہوئے نماز پڑھی تو اس کی نماز باطل اور اعادہ لازم ہے۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ احد کے لئے روانہ ہوئے تھے تو تمام مسلمانوں کی عورت اور بچے مدینہ کے قلعوں میں محفوظ کر دیے گئے۔ ان میں دو بوڑھے تھے۔ ایک حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت حسیل بن جابر اور دوسرے ثابت بن وقش۔ ان دونوں میں باہم مشورہ ہوا۔ اور کہا ہماری تمام زندگی ختم ہو چکی اب صرف ایک یا دو گھونٹ کی زندگی باقی رہ گئی ہے۔ پھر کیوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت اور نصرت میں تلوار زنی نہ کریں۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ اپنا فضل و کرم نازل کرے اور ہم سخت مسلمانوں کو اپنی راہ میں شہادت نصیب ہو جائے۔ چنانچہ دونوں نے اپنی اپنی تلواریں نیام کی اور میدان ہنگامہ آرائی میں مسلمانوں کے لشکر میں شریک ہو گئے۔ ان کا راز سربستہ تھا۔ اور کسی غازی اسلام کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ دو بزرگ کون کون ہیں۔ حضرت ثابت بن وقش کو مشرکین نے شہید کیا۔ لیکن حضرت حذیفہ کے والد حسیل بن جابر رضی اللہ عنہ پر غلطی اور نادانی سے مسلمانوں کی تلواریں پڑیں کہ وہ شہید ہو گئے۔ اگرچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ پکار رہے تھے کہ یہ میرے باپ ہیں! میرے باپ ہیں!! لیکن معرکہ آرائی کی قیامت خیز شور و شغب میں کسی کو خبر نہ ہوئی۔ حضرت حذیفہ نے اپنے باپ کے قاتلوں کے حق میں دعا کی اللہ تم کو معاف کرے۔ اور تم پر رحمت نازل کرے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ حسیل کی طرف سے دیت ادا کریں لیکن حضرت حذیفہ نے دیت قبول کرنے سے انکار کیا۔ اور معاف کر دی۔ اس سے ان کا درجہ و مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں اور زیادہ ہو گیا رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اسی جنگ میں حضرت یزید بن حاطب کو کاری زخم لگا۔ لوگ اس کو گھر لے آئے۔ جب وہ بے ہوشی اور سکرات کی حالت میں تھے۔ تمام مرد و عورت جمع ہوئے اور اس کو جنت کی خوشخبری سنانے لگے۔ اس کا باپ بوڑھا حاطب تھا یہ ایام جاہلیت

میں مسلمانوں سے دشمنی کرتا تھا۔ اب بظاہر مسلمان تھا۔ لیکن منافق تھا۔ کہنے لگا کہ حرمل کو جنت کی خوشخبری سناتے ہیں۔ تم لوگوں نے میرے بیٹے کو مار ڈالا ہے۔ اسی دن اس خبیث کی منافقت ظاہر ہو گئی۔ حرمل اس گمنامی سے آگئے ہیں جو قبرستان میں ہوتی ہے۔

اسی جنگ میں ایک مجہول الحال شخص آیا جس کو قزمان کہتے ہیں۔ وہ نہایت سخت تھا اور بہادری و جرأت میں مقابلے کا۔ تنہا آٹھ یا نو مشرکوں کو جہنم رسید کیا۔ لوگ اس کی تعریف کرنے لگے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دوزخی ہے۔ چنانچہ معرکہ آرائی میں اس کو سخت اور گہرا زخم لگا۔ لوگ اس کو قبیلہ بنی ظفر کے محلے میں اٹھا لائے اور اس کو خوشخبری دینے لگے۔ قزمان! واللہ تم نے آج بہت بڑا احسان کیا۔ تم کو جنت کی خوشخبری مبارک ہو۔ اس نے کہا مجھے خوشخبری کیسے۔ میں تو اپنے قبیلے کے فخر و مباہات کے لئے جنگ کی کہ وہ ہماری تعریف کریں۔ اگر یہ مقصد نہ ہوتا تو میں ہرگز جنگ نہ کرتا۔ جب اس کے زخموں میں شدت کا درد ہوا تو اس نے ترکش سے ایک تیر نکالا اور خودکشی کر لی۔ العیاذ باللہ۔

قبیلہ یہود میں ایک شخص مخیریق تھا اس نے اپنی قوم میں بیان دیا کہ یقیناً محمد سچے نبی ہیں اور تم خوب جانتے ہو کہ وہ ضرور تم پر غلبہ پانے والے ہیں۔ لہٰذا تم ان کی نبوت تسلیم کرو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں جنگ کرو۔ یہودیوں نے کہا آج ہماری عزت و حرمت کا دن ہے ہم کیونکر جنگ کریں۔ مخیریق نے کہا ہفتہ وغیرہ کوئی چیز نہیں ہے۔ اس نے اپنی تلوار سونت لی اور کہا کہ اگر میں جنگ میں مارا جاؤں تو میرا ترکہ کل کا کل مال محمد کے حوالے کر دو وہ اپنی مرضی سے جہاں چاہیں خرچ کریں۔ پھر مخیریق جنگ آزمائی کرتا رہا۔ اور شہید ہو گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہودیوں میں مخیریق بہترین آدمی تھا۔ حارث بن سوید منافق بھی مسلمانوں کے ساتھ غزوہ احد میں شریک ہوا۔ جب صف آرائی ہوئی تو صحابی حضرت مجذر بن زیاد اور قیس بن زید کو شہید کر دیا اور خود قریشیوں میں جا ملا۔ اور مکہ بھاگ گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن خطاب سے تاکید کی کہ اگر تم حارث پر قابو پاؤ تو قتل کر دو۔ حارث نے مکہ پہنچ کر اپنے بھائی جلاس بن سوید کو کہلا بھیجا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کریں کہ میری توبہ قبول کی جائے اور مجھے مدینہ آنے کی اجازت دی جائے۔ اسی کی شان میں اللہ نے آیت نازل کی۔ **كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ حَقٌّ وَجَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ**۔ اللہ تعالیٰ اس قوم کو کیسے ہدایت دے گا جس کے پاس نشانیاں آچکی ہیں اور انہوں نے گواہی دی کہ محمد رسول اللہ حق ہیں پھر ایمان کے بعد انہوں نے کفر اختیار کیا۔ اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ اس کی توبہ قبول نہیں ہوئی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں بیٹھے تھے کہ حارث مشرکین کے پاس سے مدینہ کے باغ میں نظر آیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور حضرت عثمانؓ نے حارث کو قتل کر دیا۔

اسی غزوہ میں عمرو بن ثابت بن وقش المعروف باصیرم شہید ہوئے۔ یہ شخص اسلام اور مسلمانوں کا بہت سخت دشمن تھا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم احد کے لئے روانہ ہوئے تو یہ از خود اسلام سے متاثر ہوا۔ ایمان لے آیا۔ فوراً اپنی تلوار لے کر احد کی طرف روانہ ہوا۔ اسلام کی محبت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت میں کفار سے جنگ شروع کی آخر کار گہرا زخم لگا۔ یہ وہیں مقتولوں میں گر گیا اور دم توڑ رہا تھا۔ قبیلہ بنو عبد الاشہل کے لوگ مقتولین میں اپنے متعلقین کی تلاش کر رہے تھے کہ ان کا گذر اصیرم پر ہوا۔ وہ حیران ہوئے کہ اصیرم یہاں کب آیا اور کیسے آیا۔ چنانچہ اصیرم سے پوچھا گیا۔ اصیرم کیا تم اپنی قوم کی محبت میں یہاں آئے ہو یا اسلام کے شوق و اشتیاق میں۔ اصیرم نے اپنا ماجرا سنایا اور کہا میں اسلام کے شوق و اشتیاق میں یہاں آیا ہوں۔ اس بیان کے ساتھ ہی اصیرم کی روح پرواز کر گئی۔ لوگوں نے اصیرم کی ساری حقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی۔ آپ نے فرمایا اصیرم جنتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ یہ چیستان بیان کرتے وہ کون ہے جس نے ساری زندگی اللہ کو ایک سجدہ بھی نہیں کیا اور جنت میں داخل ہو گیا۔ پھر خود فرماتے وہ اصیرم عمرو بن ثابت ہیں رضی اللہ عنہ۔

حضرت عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ سخت لنگڑے تھے۔ چلنا ان کے لئے بہت مشکل تھا۔ یہ بھی جنگ احد میں شریک ہونا چاہتے لیکن ان کے چار بیٹوں نے کہا۔ اللہ نے معذور کو رخصت دی ہے۔ کہا تم مت جاؤ۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ مجھے شوق ہے کہ اللہ مجھے شہادت نصیب کرے میں جنت میں لنگڑاتا ہوا چلوں مگر میرے بیٹے مجھے جنگ میں شریک ہونے سے روکتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے معذور رکھا ہے۔ تم کے لئے جنگ نہیں ہے۔ اور بیٹوں سے فرمایا تم کیوں روکتے ہو شاید اللہ اس کو شہادت نصیب کرے۔ چنانچہ وہ جنگ احد کے لئے روانہ ہوئے اور جنگ میں شہید ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ۔

ایک روایت یہ ہے جب آپ گھر سے نکلے تو دعا کی الٰہی مجھے مدینہ واپس نہ لا۔ اللہ نے آپ کی دعا قبول کی۔ شہید ہونے کے بعد آپ کے چاروں بیٹوں نے آپ کا جنازہ اونٹ پر سوار کیا۔ اور مدینے لانا چاہتے تھے لیکن اونٹ جب احد کی طرف تیزی سے چلتا تھا۔ جب اس کا رخ مدینہ کی طرف پھیرتے تو ایک قدم بھی نہیں چلتا۔ اس طرح لوگوں کو آپ کا جنازہ مدینہ لے جانا سخت مشکل ہو گیا اور وہ لاچار و مجبور ہو کر اس جنازہ کو مقتل ہی میں دفن کر دیئے۔

صحیح بخاری میں چھ مہینے کے بعد ان کی قبر پر گندہ پانی کا نالا آیا۔ صحابہ نے آپ کو اور عبد اللہ بن حرام کو قبر سے نکالا۔ لاش بالکل ترو تازہ تھی۔ ان میں کوئی خرابی نہیں آئی تھی۔ پھر ان لاشوں کو دوسرے مقام میں دفن کر دیا۔ چھیالیس سال کے بعد پھر ان قبروں پر گندہ پانی کا نالا آیا تو صحابہ نے پھر انہیں دوسری قبروں سے نکالا۔ اس وقت حضرت عمرو بن الجموح کی لاش صحیح سلامت اور ترو تازہ تھی۔ البتہ حضرت عبد اللہ بن حرام کی ترو تازہ لاش میں حضرت کان کی لو کے پاس معمولی تغیر ہو گیا تھا رضی اللہ عنہما۔ یہ تھے ایمان [illegible] سے استدلال کیا ہے کہ ضرورت پر میت کو قبر سے نکال کر دوسری جگہ دفن کرنا جائز ہے۔ ▲▲

معذور بچوں کی تعلیم و تربیت حیدرآباد میں بھی فلاحی مرکز قائم ہے

نئی دہلی ۔ حکومت ہند معذور بچوں کے لئے ملک بھر میں تمام اسکولوں کو تقریباً ۵ لاکھ ۵۰ ہزار روپے بطور عطیہ دیتی ہے۔ ملک میں اس وقت معذور بچوں کی فلاح کے تین قومی ادارے قائم ہیں جن کے نام یہ ہیں ۱ - اندھوں کا قومی مرکز واقع دہرہ دون ۔ بہروں کے لئے تربیتی مرکز واقع حیدرآباد۔ اور دماغی طور پر کمزور بچوں کے لئے ماڈل اسکول واقع نئی دہلی۔

مذکورہ اداروں میں ترقیاتی مقاصد سے پیشہ ورانہ تربیت دی جاتی ہے۔ ایسے زیر تربیت بچوں کے لئے جن کے والدین کی مجموعی آمدنی ۵۰۰ روپے سے کم ہو رہائش، خوراک، کپڑے و تعلیم کا مفت انتظام ہے۔ دیگر رہائشی زیر تربیت بچوں سے برائے نام فیس وصول کی جاتی ہے۔

دہرہ دون اور حیدرآباد میں جزوی طور پر اندھوں اور بہروں کے لئے اسکول قائم کرنے کی تجویز حکومت کے پیش نظر ہے۔

حیدرآباد کے تربیتی مرکز میں ۱۶ سال سے ۲۵ سال کے بہرے لڑکوں کے لئے انجینئرنگ اور غیر انجینئرنگ پیشوں سے متعلق دو سالہ کورس کا انتظام ہے۔

اناج کے نئے زون

نئی دہلی ۔ ربیع کی فصل والی ریاستوں کے لئے وزرائے اعلیٰ کی کانفرنس جو ۱۶ مارچ کو منعقد ہوئی تھی۔ اس کی سفارشات پر حکومت ہند کے فیصلے کے بموجب حکومت نے مختلف اقسام کے اناج کے علاقائی ڈھانچے کو تبدیل کرنے کے احکامات جاری کر دیئے ہیں۔

اب پورے ملک میں چنے اور جو کی آزادانہ حمل و نقل کی اجازت دے دی گئی ہے۔ اس نوعیت کے احکامات ۲۰ مارچ کو جاری کئے گئے تھے۔ پنجاب، ہریانہ، راجستھان اور دہلی سے مکئی، باجرہ اور جوار کی حمل و نقل پر پابندیاں ختم کر دی گئی ہیں۔ جموں و کشمیر اور ہماچل پردیش میں پہلے ہی کوئی پابندی نہیں تھی۔ فی الحال کسی بھی ریاست میں اناج کی مذکورہ بالا قسموں کی اندرونی حمل و نقل پر کوئی پابندی نہیں ہے۔

واعظِ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی
برق طبعی نہ رہی شعلہ مقالی نہ رہی
رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی
مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحبِ اوصافِ حجازی نہ رہے

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ

شہنشاہ حبش کے دربار میں

از:- ابن حسن

بعثت کے پانچویں سال کفار کے جور و ستم کے باعث چودہ صحابہ ترک وطن کر کے حبش کو ہجرت کر گئے تھے ان میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے بلکہ ان کے سرگروہ تھے۔ کفار مکہ کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے تعاقب میں چند آدمیوں کو حبش روانہ کیا۔ یہ لوگ پہلے اراکین دولت سے ملے اور ان کو نذریں پیش کرنے کے بعد کہا کہ ہمارے شہر کے چند نادان لوگوں نے ایک نیا مذہب ایجاد کیا ہے وہ اب فرار ہو کر آپ کے ملک میں آ بسے ہیں۔ بہتر ہوگا کہ آپ ہمارے مجرم ہمارے حوالے کر دیں۔ کفار کی یہ درخواست اراکین دولت کے ذریعے نجاشی شاہ حبش تک پہنچی جس نے فوراً مسلمانوں کو دربار میں طلب کر لیا۔ اگلے روز کفار مکہ دربار میں حاضر ہوئے تو انہوں نے پہلے بادشاہ کو سجدہ کیا اور پھر ایک گوشے میں ہاتھ باندھ کر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد حضرت جعفرؓ کی معیت میں مسلمانوں کی جماعت آئی تو انہوں نے نجاشی کے قریب جا کر صرف السلام علیکم کہا۔ درباریوں نے سجدے کے لئے اصرار کیا تو حضرت جعفرؓ نے کہا "ہم خدائے واحد کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتے۔ ہمارے پیغمبر نے ہم کو یہی تعلیم دی ہے" نجاشی اس گفتگو سے بڑا متاثر ہوا۔ اور بولا "تم نے اپنا آبائی مذہب کیوں ترک کر دیا ہے؟ مکہ کے لوگ کہتے ہیں کہ تم یہود و نصاریٰ کا دین بھی نہیں مانتے۔ آخر تمہارا نیا مذہب کیا ہے؟"

اس سوال کے جواب میں جعفر طیار رضی نے ایک نہایت ہی بلیغ اور پرجوش تقریر فرمائی اور محاسن اسلام کو نجاشی کے سامنے پیش فرمایا۔

"ایها الملک! ہم لوگ ایک جاہل اور گمراہ قوم تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے، ہمسایوں کو ستاتے تھے۔ بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا، زبردست کمزور کا مال کھا جاتا تھا۔ ایک مدت سے ہماری حالت یہی چلی آ رہی تھی۔ یہاں تک کہ خدا نے ہم ہی میں سے ہماری قوم کا ایک پیغمبر بھیجا جس کی شرافت، امانت داری، دیانت داری اور پاکبازی کو ہم پہلے سے خوب جانتے تھے۔ اس نے ہم کو خدائے واحد کی طرف بلایا کہ ہم اسی کی عبادت کریں کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور پتھروں کی پرستش چھوڑ دیں۔ اس نے ہم کو تاکید کی کہ سچ بولیں، وعدہ پورا کریں، رشتہ داروں کا خیال رکھیں، امانت ادا کریں، پڑوسیوں سے اچھا برتاؤ کریں، خونریزی اور حرام کاری سے بچیں۔ بے حیائی کے کاموں، جھوٹ بولنے، یتیموں کا مال کھانے اور پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانے سے منع کیا۔ ہم لوگ اس پر ایمان لائے، اور احکام خدا کی پیروی کرنے لگے۔

اب ہم صرف ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتے۔ جو چیز خدا نے حرام کی ہے اس کو حرام اور جو حلال کی ہے اس کو حلال جانتے ہیں۔ بس یہی ہمارا جرم ہے جس پر ہماری قوم دشمن ہو گئی ہے اور ہم کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچا کر ہمیں ہمارے دین سے پھیرنا چاہتی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ ہم خدائے واحد کو چھوڑ کر پھر بتوں کو پوجنے لگیں۔ اور جن برائیوں میں ہم پہلے مبتلا تھے ان میں پھر پھنس جائیں۔ اے بادشاہ! جب ان کے ظلم و ستم حد سے بڑھ گئے اور ہمارے دین میں وہ لوگ مزاحم ہوئے تو ہم تجھ کو اور بادشاہوں سے بہتر سمجھ کر تیرے ملک میں چلے آئے اور یہ امید کر کے کہ تیرے سامنے کسی کو ہم پر ظلم کرنے کی مجال نہ ہوگی ہم نے تیری پناہ اختیار کی۔"

یہ پُر اثر تقریر نجاشی کے دل میں اتر گئی اور اس نے فرمائش کی کہ خدا کا کلام جو تمہارے پیغمبر پر اترا ہے اس میں سے کچھ سناؤ۔ حضرت جعفرؓ نے سورۂ مریم کی چند آیتیں پڑھیں جن کو سنکر نجاشی پر رقت طاری ہو گئی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ بے اختیار اس کی زبان سے نکلا خدائے واحد کی قسم یہ کلام اور انجیل دونوں ایک ہی چراغ کے پرتو ہیں۔ یہ کہہ کر نجاشی نے کفار مکہ کی درخواست کو رد کر دیا۔

دوسرے دن کفار مکہ نے پھر دربار میں رسائی حاصل کی اور بادشاہ کو مسلمانوں کی طرف سے بدظن کرنے کی خاطر کہا کہ شاہ عالی مقام! آپ کو شاید معلوم نہیں کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ جعفر طیار فوراً بولے: "ہم تو حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بندہ اور اس کا سچا رسول مانتے ہیں۔ ان کے بارے میں ہمارے پیغمبر پر یہ آیت اتری ہے:

هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ

یہ سنکر نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا "واللہ جو تم نے کہا ہے عیسیٰؑ اس سے اس تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں۔ جاؤ مسلمانو! تم امن سے رہو اور تمہارے رسول پر مرحبا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ وہی رسول ہیں جن کی بشارت عیسیٰ ابن مریم کو انجیل میں دی گئی تھی۔ بخدا اگر انتظام مملکت کی مصروفیت نہ ہوتی تو میں تم لوگوں کے ساتھ چل کر اس رسول برحق کی جوتیاں اٹھاتا۔"

الغرض کفار مکہ ناکام واپس گئے۔

اور غریب الوطن مسلمان حبش میں امن و امان کی زندگی بڑی خوشی سے بسر کرنے لگے۔ ایک مدت دراز تک (غالباً پندرہ سال) مسلمان اس ملک میں رہے حتیٰ کہ صلح حدیبیہ نے عرب میں امن کی بنیاد ڈالی۔ اور رسول اللہ کا نام لینا اور کلمہ پڑھنا کوئی جرم نہ رہا۔

اس صلح کے بعد ۶ ہجری کے آخر اور ۷ ہجری کے شروع میں رسول اللہ نے اطراف و جوانب کے حاکموں کو دعوت اسلام کے خطوط لکھے جن میں سے ایک نجاشی کے نام بھی تھا۔ نجاشی کے دل میں نور ایمان کی کرن پہلے سے موجود تھی۔ نامۂ مبارک پہنچتے ہی وہ علانیہ مسلمان ہو گیا۔ اور حضرت جعفرؓ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کر لی۔

اب مہاجرین نے وطن کو مراجعت کرنے کا ارادہ کیا۔ جنگ خیبر کے زمانے میں یہ بزرگ وطن پہنچے یعنی محرم ۷ ہجری میں خیبر ہی میں انہوں نے رسول اللہ سے شرف ملاقات حاصل کیا۔ ان احباب کی واپسی پر آنحضرت صلعم نے بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ حضرت جعفرؓ کو جب آپ نے دیکھا تو گلے لگایا اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دے کر فرمایا کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس وقت مجھے فتح خیبر کی زیادہ خوشی ہے یا جعفرؓ کے آنے کی۔

حبش سے واپسی کے بعد حضرت جعفر طیارؓ زیادہ عرصہ دنیا میں نہیں رہے۔ رسول اللہ نے جن ملکوں اور بادشاہوں کو مکتوبات تحریر کئے تھے ان میں ایک شرحبیل بھی تھا جو قیصر روم کی ماتحتی میں ایک ریاست کا حاکم تھا۔ شرحبیل نے رسول اللہ کے نامۂ مبارک کو چاک کر دیا جس کے انتقام کے لئے تین ہزار مسلمان تیار ہوئے۔ اسی فوج میں حضرت جعفرؓ بھی شامل تھے۔ اور ۸ ہجری میں دمشق کے قریب موتہ نامی ایک مقام پر جو جنگ ہوئی اس میں آپ نے جام شہادت نوش کیا۔

جنگ موتہ کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ فوج اسلام کو رخصت کرتے ہوئے رسول کریم نے زید بن حارثہ کو سپہ سالار بنایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر وہ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب سپہ سالاری کریں اور وہ بھی شہادت پائیں تو عبداللہ بن رواحہؓ فوج کے سردار ہوں۔

مسلمانوں کی روانگی کی خبر سنکر شرحبیل نے قیصر روم کی ایک لاکھ فوج مقابلہ کے لئے تیار کر لی۔ مسلمانوں کو معلوم ہوا تو بعض نے رائے دی کہ صورت حالات دربار رسالت کو مطلع کر کے کمک کا انتظار کیا جائے لیکن کثرت رائے اس پر ہوئی کہ فتح و شکست دونوں صورتیں حصول مدعا کے لئے کافی ہیں۔ اگر فتح ہوئی تو سبحان اللہ! ورنہ شکست کی صورت میں درجۂ شہادت کہیں نہیں گیا۔ آخر جنگ ہوئی اور جیسا کہ زبان رسالت نے فرمایا تھا زید بن حارثہ، جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ باری باری سے علمبردار ہو کر شہید ہوئے۔ پھر خالد بن ولیدؓ سپہ سالار بنے اور مسلمانوں کی ثابت قدمی دیکھ کر رومیوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔

اس لڑائی میں حضرت جعفر طیار بڑے جوش سے لڑے۔ لڑائی کی گھمسان نے خوفناک شکل اختیار کی تو پیادہ پا ہو گئے۔ اور غصے میں گھوڑے کے پاؤں پر ایسی تلوار ماری کہ اس کی کونچیں کٹ گئیں۔ اس کے بعد دشمنوں کے قلب میں جا گھسے اور شجاعت اور مردانگی کے جوہر دکھانے لگے۔ دست بدست لڑائی میں داہنا ہاتھ کٹ جانے پر علم اسلام کو بائیں ہاتھ میں تھام لیا اور جنگ کرتے رہے۔ جب دوسرا ہاتھ بھی کٹ گیا تو شانے اور بازوؤں کے زور سے آپ علم تھامے رہے اور اس کو گرنے نہ دیا یہاں تک کہ ایک شقی نے تلوار ماری جس سے جسم مبارک دو ٹکڑے ہو گیا۔ شہادت کے بعد آپ کی لاش دیکھی گئی تو ستر سے زائد تلواروں اور برچھوں کے زخم تھے۔ بعضوں نے زخموں کی تعداد نوے کے قریب بیان کی ہے جن میں سے ایک بھی پشت کی جانب نہ تھا۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر اکتالیس سال تھی۔

رسول اللہ کو آپ کی شہادت کا سخت صدمہ ہوا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور تین دن تک آپ سخت غمزدہ رہے۔

انہی دنوں میں آپ نے حضرت جعفر کو خواب میں دیکھا کہ ان کو دو پر عطا کئے گئے ہیں جن سے وہ جنت میں فرشتوں کے ساتھ اڑتے پھرتے ہیں گویا آپ کے دونوں ہاتھ راہ خدا میں شہید ہو جانے کا صلہ تھا۔ اسی کے بعد آپ جعفر طیارؓ کے نام سے یاد کئے جانے لگے۔ ▲

مکاشفہ

مقامات مکاشفہ کو بیان کرنا صرف ان ہی حضرات کا کام ہے جو صاحب مکاشفہ ہیں۔ اس لئے ہم اپنے علم اور سمجھ کی بنا پر کوئی بحث نہیں کرتے۔ البتہ قرآن اللہ سے ہم اتنا تو سمجھ سکتے ہیں کہ یہ مقامات اہل معرفت کو حسب قابلیت علی اختلاف مراتب حاصل ہوتے ہیں۔ اور ان کا حصول بالکل اصول فطرت پر ہے۔ اس قدر تو عام اہل ایمان بھی اپنے ذاتی تجربے جانتے ہیں کہ کثرت ذکر سے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ دل تسکین اطمینان حاصل ہو جاتا ہے تو دل کو ایک گونہ ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے۔ اور ایسا سرور و انبساط حاصل ہوتا ہے کہ اس کے مقابلہ کوئی چیز بھی قابل قدر معلوم نہیں ہوتی۔ لیکن جو لوگ ان امور سے واقف نہیں ہوتے اور حقائق سے نا آشنا ہوتے ہیں وہ بجائے تسلیم کے گونا گوں اعتراضات کرتے ہیں۔ اسی لئے ان کے عبادات بھی بے ذوق اور خلوص و محبت کی روشنی سے خالی ہوتے ہیں۔ مثلاً نماز کس طریق پر ادا کرتے ہو۔ تمہیں تو تکبیر تحریمہ کے وقت بھی حضور قلب نصیب نہ ہوگا جو قبول نماز کا پہلا حصہ ہے۔ بلکہ خشوع و خضوع جو والذین ہم فی صلاتہم خاشعون کا ثمرہ ہے کہاں نصیب ہو گا۔ تم صدقہ دیتے ہو جس میں ریا و نمود کی آمیزش برابر لگی رہتی ہے بلکہ بسا اوقات صرف غرض ریا و نمود ہی دینے کی۔ تم ہر وقت محبت زر و سیم میں ہر نوع کے خلاف منصوبہ بازی کرتے ہو اور اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے تمہیں یہی دھن لگی رہتی ہے کہ کسی نہ کسی حیلے سے یہ منصوبہ بار آور ہو جائے اور کامیابی ہو۔ اور اس وقت تمہیں کچھ بھولے سے بھی رضائے الٰہی اور اتباع سید الانبیاء کا خیال نہیں آتا ہو گا۔ تمہارے صفحات دل شکوک اور اوہام کا مجموعہ ہے جس میں کوئی امر گو ایمان اور تصدیق حقہ کے درجہ پر ثابت نہیں ہوا۔ تمہیں شیطانی خطرات اور نفسانی خواہشات ہمیشہ بیقرار اور مضطرب رکھتے ہیں کیونکہ تمہیں محبت الٰہی اور محبت رسول یا ان کے قرب کی تمہیں کوئی طلب نہیں۔ استغفار و توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوتی جو نفس کے لئے کیمیا کا کام دیتی ہے۔ تمہیں پچھلی رات گریہ کی توفیق نصیب نہیں جو صفائی قلب کا اعلیٰ ذریعہ ہے۔ تم حلقہ دوستاں میں بیٹھے تمام خلاف شرع افعال کے مرتکب ہوتے ہو اور مسجد تک جانے میں تامل ہوتا ہے یا بسا اوقات نہیں جاتے۔ تمہارے پاس ہی ایک ہیرو کا انکال یا ایک فلم بینی کا مجموعہ

مرتا ہے اور تم تو رات بھر کوشش کرتے بھی نیند سو جاتے ہو۔ اور صبح کے آٹھ نو بجے تک بھی شاید بیدار ہو سکو۔ گھنٹوں میں فکر و تدبر کے لئے جو حقائق اور معارف کا دروازہ ہے ایک منٹ بھی نہیں نکالتے۔ تم اپنے سب کاموں کو چھپانے اور اچھے کاموں کے شہرت دینے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھتے۔ تم اپنی مدح اور تعریف سے خوش ہوتے ہو۔ گو جھوٹی ہی ہو۔ اور ہجو و مذمت سے ناراض ہوتے ہو۔ گو سچ ہی ہو۔ پس ایسے حالات میں تم خود ہی انصاف کرو اور اپنے ایمان کا فیصلہ کرو کہ تم کس طرح صحیح الایمان کہلانے کا استحقاق رکھتے ہو۔ اور کس طرح اپنی عبادات اور معاملات پر خدا کے حضور میں سرخرو ہونے کی امید رکھ سکتے ہو۔ جس کو اگر کسی کتابی کی صورت میں مجسم کیا جائے تو شاید ہی سر سکو کہ کچھ کر دے۔ اور اگر یہ دار جنس کی صورت میں لایا جائے تو کوئی دو آدمی اٹھا کر نہ لے جا سکیں۔ اور یہی وہ حرکت و نیت ہے جو ان لوگوں پر زبان طعن دراز کرتے ہو۔ جن کا ظاہر و باطن آلائش گناہ سے بالکل پاک صاف ہوتا ہے جو خشیت الٰہی سے ہر وقت سر نیاز آستان تسلیم پر رکھے رہتے ہیں۔ جن کا معاملہ اللہ اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ محض للہیت پر ہوتا ہے۔ جن کے پر انوار چہروں کو دیکھتے ہی دلوں میں محبت الٰہی کی ٹو سی لگ جاتی ہے جن کے دم قدم کی برکت سے باوجود اہل عالم کے کثرت فسق و فجور کے آسمانی عذاب ٹلا رہتا ہے جن کے زیر سایہ آنے سے اللہ کے غضب کی آگ سرد پڑ جاتی ہے۔ جن کے کلمات قدسیہ سے دلوں میں نور ایمان پیدا ہوتا ہے اور جن کی نظر میں وہ برقی طاقتیں بھری رہتی ہیں کہ عمر بھر کے خستہ عصیاں کو سیاہ عبادت پر جا بٹھاتے ہیں۔

مکاشفہ جس کا لوگ انکار کرتے ہیں۔ وہ علم غیبی ہے جو انبیاء علیہم السلام کی معرفت ان کے سچے متبعین کے سوا کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوا۔ یہی وراثت ہے جس کا اشارہ حدیث العلماء ورثۃ الانبیاء میں کیا گیا ہے کیونکہ علم سے مراد علم شریعت نہیں۔ علوم مروجہ اہل دنیا۔

مکاشفہ ہی تھا کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے واقعہ قتل کو جو کفار کے ہاتھوں مکہ میں واقع ہوتا تھا صحابہ کے سامنے بیان کیا گیا۔

ریلوں کی ترقی کیلئے عراق ہندوستانی اشتراک و تعاون کا خواہاں

نئی دہلی۔ عراقی ریلوے کے ڈائرکٹر جنرل میجر جنرل طٰہٰ محمد امین ایک اسسٹنٹ چیف انجینئر کے ہمراہ ہندوستان کے پانچ روزہ دورے پر آئے ہوئے ہیں۔ وہ یہاں عراقی ریلوے کی ترقی کے لئے ہندوستانی ریلوے کے اشتراک و تعاون کے حصول کی کوشش کر رہے ہیں۔ عراق چند نئی ریلوے لائنیں بچھانے ویگن سازی اور مرمت کے کارخانے بنانے کا منصوبہ رکھتا ہے۔ جنرل امین اور ان کے ساتھی نے کل یہاں ریلوے بورڈ کے صدر نشین مسٹر بی۔ ڈی۔ کھنڈیلوال سے ملاقات کر کے اس منصوبہ پر تبادلہ خیال کیا کہ ہندوستانی ریلوے کس طرح ترقی کے شعبوں میں عراقی ریلوے سے تعاون کر سکتی ہے۔ بات چیت کے موقع پر ریلوے بورڈ اسٹیٹ ٹریڈنگ کارپوریشن اور وزارت تجارت کے حکام بھی موجود تھے۔ عراقی وفد کلکتہ اور بمبئی کے علاوہ مدراس میں انٹیگرل کوچ فیکٹری اور وارانسی میں ڈیزل لوکوموٹیو ورکس کا معائنہ کرے گا۔ معلوم ہوا ہے کہ عراقی ریلوے انجن اور مال ڈبے خرید نا چاہتی ہے۔

ص پر سے واقعات بھی ایک ہی وقت میں واقع ہوئے تھے کہ لوگوں نے تصدیق کی اور جو ان کے لئے موجب ایمان ثابت ہوئے۔ مکاشفہ ہی تھا کہ کیفیت معراج پر جب منکرین نے اعتراض کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد اقصیٰ کی صورت کو ہو بہو ذکر فرمایا۔ نیز منکرین نے کہا۔ بھلا ہمارے فلاں قافلہ کے حالات جو شام سے آ رہا ہے بیان کرو۔ تو حضور نے ٹھیک وہ باتیں بیان کیں جو ان کے منتظر ہی دو تین دن تک پیش آنے والی تھیں کہہ سنائیں۔ اور شہر میں داخل ہونے تک کی کیفیت بھی بتا دی۔ چنانچہ مخالفین نے تصدیق کی اور آپ کو ایک بھاری جادوگر کہنا شروع کیا۔

مکاشفہ ہی تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں منبر پر عین خطبہ خوانی کی حالت میں اپنے سپہ سالار کو جو ملک شام میں مقابلہ کر رہا تھا زور سے کہا یا ساریۃ الجبل (ساریہ پہاڑ کی جانب اختیار کرو) اور ساریہ نے بھی آپ کی وہی آواز سنی اور اس پر عمل کیا۔ اور دشمنوں پر فتح پائی۔ اور جب بھی اس کی تصدیق کی گئی یہی تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زبان فرما رہے تھے کہ ایک صاحب اہل ہوئے۔ آپ نے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ تم زنا کر کے آئے ہو۔ اس نے کہا کیونکر۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے راستہ میں کسی اجنبی عورت پر نظر کی ہے اور تمہارے چہرے پر اس کے نشانات کچھ دو دس پیدا ہوئے ہیں۔ اس نے کہا کیا حضور کے بعد بھی ایسا ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں ہوتا ہے کیونکہ حضور نے فرمایا العینان تزنیان یعنی آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں۔ اس نے کہا کہ حضور کے بعد پھر وحی نازل ہونے لگی ہے جب سے آپ کو یہ اطلاع حاصل ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں وحی تو رسول اللہ کے بعد منقطع ہو چکی ہے مگر آپ نے ارشاد فرمایا ہے اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ۔ یعنی مومن کے نور فراست سے بچو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ نور سے اشیاء کا معائنہ کرتا ہے۔ بلکہ اس قسم کے ہزاروں واقعات خاصان بارگاہ ربانی سے منقول ہیں جو کہ سب نورانیت سے دریافت حاصل کئے جاتے ہیں۔

نور بصیرت

▲ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اطاعت سب سے بڑی کرامت ہے

▲ سچے تاجر کی تجارت پائیدار اور مستحکم ہوتی ہے اور دنیا میں زر و زیور کے ساتھ اپنا نیک نام چھوڑ جاتے ہیں

▲ دنیا میں جو لوگ حق آسانی اور آرام کے طالب ہیں وہی زیادہ دکھ درد اور مصیبتوں کا شکار رہتے ہیں۔

▲ انسان کو چاہئے کہ ہمیشہ نیک نیت ہو۔ بے لوث بے جد و جہد ہو۔ اپنی آمدنی میں فقیروں کا ضرور حصہ رکھے کیونکہ انہیں کی دعاؤں سے انسان کو عروج و کمال سعادت نصیب ہوتی ہے۔

▲ ذکر اللہ میں طمانیت اور سکون قلب نصیب ہوتا ہے۔

▲ زندہ دلی ہی زندگی کا حقیقی لطف اور مزہ لیتا ہے۔

▲ کتب بینی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے بشرطیکہ ذوق اور فہم کے ساتھ ہو۔

ماں باپ کا کیا دخل ہے خالق کی رضا میں
نازوں سے وہ پلتے ہیں وہ پھٹتے ہیں ہوا میں

محاکمات

ماہنامہ ارشاد مجریہ جولائی اگست ۱۹۶۷ء میں ہے :

بریلوی ۔۔۔ اہلسنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ حضور اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم تمام انسانوں کی تعظیم و تکریم سے بلند و بالا ہے۔ بڑے بھائی، باپ، استاد، پیر کی تعظیم بلکہ عالم میں کسی شخص کی تعظیم کو حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم سے کوئی نسبت نہیں ہو سکتی۔

سنی مسلمانوں کا ایمان ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ اختیار دیا ہے۔ اپنے محبوب کی اطاعت اور فرمانبرداری کو اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کا قرار دیا ہے۔ انہوں نے اپنے محبوب کو جو سیادت و سرداری عطا کی ہے سارے عالم میں کسی کی سرداری کو اس سے کوئی نسبت نہیں ہو سکتی۔

دیوبندی ۔۔۔ دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی تعظیم صرف بڑے بھائی کی تعظیم کی طرح کرنی چاہئے۔ چنانچہ مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں انسان آپس میں سب بھائی ہیں۔ جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے۔ سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے۔ اور مالک سب کا اللہ ہے۔ بندگی اسی کی چاہئے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء اور انبیاء امام زادے پیر اور شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں۔ اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی۔ مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے اور ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم دیا۔ ہم ان کے چھوٹے بھائی ہیں۔

(تقویۃ الایمان ص ۵۸)

دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ امت پر پیغمبر کو ایسی سرداری حاصل ہے، جیسے چودھری کو اس کی قوم پر اور زمیندار کو اس کے گاؤں پر چنانچہ مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار سو ان معنوں میں پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے۔

(تقویۃ الایمان ص ۵۸)

عزیز: یہ دنیا میں جتنے انبیاء اور رسل پیدا ہوئے سب اپنی قوم قبیلہ اور خاندان میں پیدا ہوا۔ اس میں وہ تمام رشتے موجود تھے جو ہر مولود کے لئے ہوا کرتے ہیں جیسے ماں باپ بھائی بہن دادا نانا چچا پھوپھی اور خالہ وغیرہ وغیرہ۔

ان رشتہ داروں میں کتنے مسلمان ہیں اور کتنے کافر اور مشرک ہوئے ہیں۔ خود ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مشرکوں کے گھر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے ماں باپ معتقد علیہا روایات سے مشرک تھے اس صورت میں ایک مشرک کا بیٹا کہے کہ محمد میرا بیٹا ہے کسی مسلمان کو ہرگز یہ خیال نہ ہوگا جو کہے یہ بہت بڑی جرأت ہے جو مشرک ہو کر ہمارے رسول کو بیٹا کہتا ہے۔ یہ سراسر ہمارے رسول کی گستاخی اور کسر شان ہے۔ اس کو ہم ہرگز برداشت نہیں کر سکتے۔ بلکہ ہر مسلمان کا یہ فرض ہوگا کہ اس آیت کی صداقت اور حقانیت میں اپنی گردن جھکا دے۔ اسی طرح جتنے ہر آدمی سے آپ کا رشتہ تھا۔ ان میں کتنے کافر رسول اللہ کے بھائی تھے۔ مثلاً ابولہب کے بیٹے رسول اللہ کے چچیرے بھائی تھے۔ اگر یہ رسول اللہ کو بھائی کہیں تو کسی مسلمان کو انکار نہیں بلکہ ان کا قول حق ہے۔ بجا ہے صحیح اور سچا ہے۔ اگر کوئی مومن مسلمان متقی پرہیزگار رسول اللہ کو بھائی کہے تو وہ آپ کے پاس بے ادب بے ایمان ہے۔ کافر ہے۔ ملحد ہے۔ تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و تحقیر کرتا ہے۔ اور اندازہ لگائیے کہ ایک کافر کہے تو جائز لیکن ایک مومن کہے تو یہ سزاوار ان کی طبیعت اور خاصیت الادب ہے

مولوی اسماعیل صاحب نے جو لکھا ہے وہ بالکل سچ ہے۔ لیکن قلت ایمانی کی وجہ سے ان کو مورد الزام سمجھے ہیں۔ دوستو! قرآن وحدیث کو رشتہ بھائی کے اقسام سمجھنا چاہئے۔ پھر اگر تاویل اعتراض چیز ہے تو اعتراض کریں ورنہ قبول کریں۔ اور دیوبندیوں کے شکر گزار ہیں کیونکہ انہوں نے حقائق کی طرف رہنمائی کی ہے۔ قرآن وحدیث میں مختلف بھائیوں کا ذکر ملتا ہے۔

میراث کے مسائل میں تین بھائیوں کا ذکر ملتا ہے۔ یعنی حقیقی، علاتی اور اخیافی۔ ان دو کے مسائل میں ایک اور بھائی کا اضافہ ہوتا ہے جس کو رضاعی کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ قوم اور وطن کے اعتبار سے ایک بھائی ہوتا ہے اسی اعتبار سے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے کافروں اور مشرکوں کو انبیاء کرام کا بھائی قرار دیا ہے۔ سورہ اعراف سورہ ہود میں انبیاء کرام کا ذکر کیا ہے تو انہیں اپنی قوم کا بھائی قرار دیا لیکن سورہ شعراء میں بالکل صاف ہے۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ
إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ نُوحٌ۔

قوم نوح نے انبیاء و رسل کو جھٹلایا جبکہ ان سے ان کے بھائی نوح نے کہا۔ ان آیتوں میں اللہ نے نوح علیہ السلام کو کفار کا بھائی قرار دیا اور کافر قوم کا بھائی قرار دیا۔ اسی طرح اسی سورۃ میں حضرت ہود حضرت لوط اور حضرت صالح علیہم السلام کو کذاب اور مردود بلکہ مجبور اور مغضوب ملوک قوم کا بھائی قرار دیا۔ سورہ احقاف میں ہے واذکر اخا عاد اذ انذر قومہ الخ۔ قوم عاد کے بھائی کو یاد کر جبکہ وہ اپنی قوم کو ڈرا رہا تھا۔ اس مقام میں بھی حضرت ہود علیہ السلام کو مجبور اور مغلوب قوم عاد کا بھائی بتایا ہے۔ یہ اخوت قومی اور وطنی ہے اس لئے کافر مسلمان سب برابر ہیں۔ اور یہ مذہبی اخوت نہیں ہو سکتی جو لوگ اپنی جہالت اور نادانی سے اس کو مذہبی اخوت قرار دیتے ہیں تو وہ گمراہ اور بے دین ہیں۔ کیونکہ اس صورت میں انبیاء کرام اور کافروں کا ایک ہی مذہب ماننا ہوگا۔ اس کی نوبت یہ ہوگی کہ نعوذ باللہ منہا۔ انبیاء کرام کو کافروں کا ہم مذہب قرار دیں یا کافروں کو انبیاء کا ہم مذہب تسلیم کریں۔ ثم نعوذ باللہ منہا۔

ان کے سوا ایک اخوت فی الدین ہوتی ہے جو مذہب سے تعلق رکھتی ہے۔ انسان دنیا کے کسی حصہ میں ہو یا زمانے کے کسی حصہ میں پیدا ہوا ہو۔ آدم علیہ السلام سے قیامت تک جتنے مومن مسلمان ہیں وہ سب بھائی بھائی ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ۔ مومن بھائی بھائی ہیں۔ وقال اللہ اِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ۔ اگر کافر توبہ کریں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں تو سب بھائی بھائی ہیں۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نسبت کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ میں تمہارا دینی بھائی ہوں۔ نیز آپ نے صحابہ سے فرمایا تم میرے صحابی ہو میرے بعد میرے بھائی آئیں گے جنہوں نے مجھے نہیں دیکھا لیکن مجھ پر ایمان لائیں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اسی مقام کو مولوی اسماعیل صاحب دہلوی نے تقویۃ الایمان میں ذکر کیا ہے۔ اس میں انبیاء اولیاء مومنین صالحین سب بھائی بھائی ہیں۔ اگرچہ وہ باہم رشتہ میں متفاوت ہوں۔ اگر کسی مسلمان کا حقیقی بھائی کافر ہو تو وہ دین میں اس کو اپنا بھائی نہیں کہہ سکتا۔ اسی دینی اخوت کی بنا پر اللہ نے حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کا انکار کر دیا کہ وہ تمہارا رشتہ نہیں ہے۔ ... نے کیا ابی الاسلام لا اب لی سواہ۔ اذا افتخروا بقیس و تمیم۔ یعنی جب قیس اور تمیم کے لوگ اپنے سلسلہ نسب پر فخر کریں تو میں کہوں گا میرا باپ صرف اسلام ہے اس کے سوا میرا اور کوئی باپ نہیں۔

اس کے علاوہ ایک اخوت فی النبوت ہوتی ہے وہ خاص انبیاء کرام میں بھائی چارہ ہوتا ہے۔ جیسے داؤد سلیمان موسیٰ عیسیٰ ابراہیم اور محمد علیہم السلام سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم انبیاء علاتی بھائی ہیں۔ ہمارا دین ایک ہے اور راستے مختلف ہیں۔ نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ... کے سامنے کہا تھا کہ حضرت یونس علیہ السلام میرے بھائی تھے ... اس دائرہ اخوت میں صرف انبیاء ہی انبیاء ہیں۔ ان کے سوا کوئی غوث قطب صحابی بلکہ صدیق اکبر بھی اس دائرہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔ اگر کسی نے غیر نبی کو اس دائرہ اخوت میں داخل کیا یقیناً وہ کافر ہے۔ کیونکہ غیر نبی کو نبی قرار دینا صریح کفر ہے۔ اس مقام میں مولوی اسماعیل صاحب دہلوی یا کوئی دیوبندی نیز کوئی اہلحدیث نے ہرگز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی نہیں کہا۔ تقویۃ الایمان کی کوئی عبارت بھی اس مقام میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی قرار نہیں دیتی۔ یقیناً نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوازمات بشریہ اور حیات سے متصف تھے وہ کھاتے پیتے پیشاب پاخانہ کرتے تھے۔ طہارت کے لئے پانی استعمال فرماتے تھے۔ آپ نے کبھی جنابت کی حالت میں نماز نہیں پڑھی۔ اور اللہ نے طہر کے بغیر آپ کی کوئی نماز قبول نہیں کی۔ لیکن درجہ رسالت میں ہم ہرگز آپ کو بھائی نہیں کہتے بلکہ اپنے ماں باپ کو آپ پر قربان کر دیتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں آپ رسول ہیں ہم امتی ہیں۔ آپ ... ہیں ہم بندے ہیں۔ اور آپ مطاع ہیں ہم ... بلکہ ہماری روز و شب ... ہے۔

اللھم ارزقنا اطاعتہ فی الدنیا وارزقنا معیتہ فی الآخرۃ آمین ثم آمین۔

فی الحقیقت اگر عزیز دین کی خدمت کر رہا ہے تو آپ کا بھی فرض ہے کہ عزیز کی خدمت کریں اور اسکو مسلمانوں کے گھر گھر تک پہنچانے کی کوشش کریں۔ عزیز کی مدد کرنا یعنی مذہب اسلام کی نشر و اشاعت اور تبلیغ ہے

چند حدیثیں

عن ابن عمر قال اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ببعض جسدی فقال کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل وعد نفسک من اهل القبور فقال لی ابن عمر اذا اصبحت فلا تحدث نفسک بالمساء واذا امسیت فلا تحدث نفسک بالصباح وخذ من صحتک قبل سقمک ومن حیاتک قبل موتک فانک لا تدری یا عبد اللہ ما اسمک غدا۔ (ترمذی)

حضرت عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ مجھے پکڑ کر فرمایا۔ دنیا میں اس طرح رہو گویا تم یہاں اجنبی ہو یا ایک راستہ چلنے والے ہو اور اپنے آپ کو قبر والوں میں شمار کرو۔ یہ حدیث بیان کرنے کے بعد عبد اللہ بن عمر نے اپنے شاگرد سے کہا جب تم صبح کرو تو شام کی بات نہ سوچو اور جب تم شام کرو تو صبح کی بات نہ سوچو۔ اور اسی وقت جو صحت تمہیں حاصل ہے اس کو بیماری آنے سے پہلے استعمال کر لو اور موت سے پہلے جو زندگی ہے اس میں کچھ کام کر ڈالو کیونکہ اے خدا کے بندے تمہیں نہیں معلوم کہ کل تم کو کیا کہہ کر پکارا جائے گا۔ (زندہ یا مردہ)

یہ حدیث مومن کے جذبات کی ترجمان ہے۔ ایمان یہ ہے کہ آدمی اس حقیقت کو پالے کہ دنیا کا خالق اور مالک اللہ ہے اور وہی میرا سب کچھ ہے۔ اگر وہ مجھ سے خوش ہو جائے تو میں کامیاب ہوں اور اگر وہ ناراض ہو جائے تو کوئی بھی میرے کام نہیں آ سکتا۔ جس کے دل میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے اس کا دل خدا کی طرف لگ جاتا ہے۔ وہ ہر وقت بس اسی کو یاد کرتا ہے۔ وہ رات دن اسی کوشش میں لگا رہتا ہے کہ کس طرح اپنے رب کو راضی کرے۔ اس کی انتہائی تمنا یہ ہو جاتی ہے کہ مرنے کے بعد جب وہ خدا کے حضور میں پہنچے تو اس کو اپنے مالک کے آگے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ ایسے آدمی کو یہ دنیا بالکل اجنبی معلوم ہونے لگتی ہے۔ یہاں کی چیزوں میں اس کے لئے کوئی دلچسپی باقی نہیں رہتی۔ وہ دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی مخلوق بن جاتا ہے۔ وہ دنیا میں اس طرح رہتا ہے جیسے کوئی شخص کسی اجنبی مقام پر آ گیا ہو یا کوئی مسافر ہو جو آگے جانے کے لئے کسی راستے سے گزر رہا ہو۔ ظاہر ہے کہ ایک مسافر یا ایک راہ چلتے آدمی کو راستے سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ راستہ اس کے لئے گزرنے کی جگہ ہوتی ہے نہ کہ ٹھہرنے کی جگہ۔ وہ راستے کے مناظر کو دیکھتا ہوا آگے بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ منزل پر پہنچ جاتا ہے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا "اور اپنے آپ کو قبر والوں میں شمار کرو" گویا اللہ تعالیٰ نے ہم کو جو دنیا میں بھیجا ہے اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ ہم یہاں کی نعمتوں میں غرق ہوں اور یہاں رہ کر اپنے دل کی تمنائیں پوری کریں بلکہ وہ تو یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ ہم میں سے کون ہے جو دنیا کو اپنے حوصلوں اور تمناؤں کا مدفن بناتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مرنے کے بعد کی زندگی اگر آدمی کے سامنے ہو اور جنت اور دوزخ کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو تو وہ ایسا ہی ہو جائے گا جیسے کہ وہ مرنے سے پہلے مر گیا ہے۔

اس حدیث کو سنانے کے بعد حضرت عبد اللہ بن عمر نے اپنے شاگرد کو جو نصیحت کی ہے وہ گویا اس کی صحیح ترین تشریح ہے۔ جو ایسے کسی ارشاد کو سننے کے بعد ایک مومن کے اندر پیدا ہونا چاہئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ صبح و شام کا جو لمحہ اور زندگی کا جو موقع تمہیں اس وقت نصیب ہے سمجھو کہ یہی وہ آخری وقت ہے جو تمہیں دیا گیا ہے۔ اس لئے اس کو پوری طرح استعمال کر لو۔ کیونکہ تمہیں نہیں معلوم کہ عاقبت کے لئے کام کرنے کی مہلت جو آج تمہیں حاصل ہے وہ کل بھی باقی رہے گی یا نہیں۔

عن عدی ابن حاتم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما منکم من رجل الا سیکلمه ربه یوم القیامة ولیس بینه وبینه ترجمان ثم ینظر ایمن منه فلا یری شیئا الا شیئا قدمه ثم ینظر اشأم منه فلا یری شیئا الا شیئا قدمه ثم ینظر تلقاء وجهه فتستقبله النار قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من استطاع منکم ان یقی وجهه النار ولو بشق تمرة فلیفعل (ترمذی)

عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر انسان سے اللہ تعالیٰ براہ راست بات کرے گا۔ اس طرح کہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہو گا۔ پھر آدمی اپنے داہنی طرف دیکھے گا تو اس کو وہ اعمال نظر آئیں گے جو اس نے دنیا سے کئے تھے۔ پھر وہ بائیں طرف دیکھے گا تو ادھر بھی اس کو یہی اعمال نظر آئیں گے۔ پھر وہ سامنے کی طرف دیکھے گا تو وہاں آگ موجود ہو گی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو شخص اپنے چہرے کو آگ سے بچانا چاہتا ہے تو اس کو چاہئے کہ وہ اس کے لئے کوشش کرے خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعہ ہی سہی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے عمل کی مقدار کی ضرورت نہیں۔ وہ تو صرف یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ کون ہے جس کے اندر یہ جذبہ ابھرا ہے کہ وہ اپنے اثاثہ کا آخری حصہ بھی خدا کی راہ میں قربان کر دے۔ اس میں اس حرص اور دنیا کی مجبوری کی کمی ہے جو آخرت کی ہولناکیوں کا تصور کر کے آدمی کے اندر پیدا ہوتی ہے۔ ایسا آدمی اپنا سب کچھ لے کر خدا کے سامنے حاضر ہو جاتا ہے۔ خواہ وہ اس کی استطاعت میں کھجور کا ایک ٹکڑا ہو۔

عن سهل بن سعد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال رباط یوم فی سبیل اللہ خیر من الدنیا وما علیها والروحة یروحها العبد فی سبیل اللہ او الغدوة خیر من الدنیا وما علیها وموضع سوط احدکم فی الجنة خیر من الدنیا وما علیها (ترمذی)

سہل بن سعد کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی راہ پر ایک دن کے لئے قائم رہنا دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔ اور جنت میں ایک کوڑے کے بقدر جگہ حاصل کر لینا دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔

خدا کی راہ میں بڑھنے سے جو چیز آدمی کو روکتی ہے وہ دنیا کی دلچسپیاں ہیں۔ آدمی سامنے کی لذتوں میں اتنا گم ہو جاتا ہے کہ اس کو آخرت یاد نہیں رہتی۔ فرمایا کہ دنیا کی جن نعمتوں کے لئے انسان دیوانہ ہو رہا ہے وہ اتنی حقیر ہیں کہ اگر وہ سب کی سب کسی کے لئے اکٹھا کر دی جائیں تو وہ جنت کی ایک گز زمین کے برابر نہیں ہو سکتیں۔ پھر اس حقیر چیز کے لئے اتنی قیمتی چیز کو چھوڑ دینا کس قدر نادانی ہے۔ آدمی کو چاہئے کہ جو وقت اور صبح و شام اسے حاصل ہیں ان کو آخرت کی جد و جہد میں لگا دے نہ کہ دنیا کمانے میں اسے ضائع کرے۔

عن ابی امامة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس شیء احب الی اللہ من قطرتین واثرین قطرة دموع من خشیة اللہ وقطرة دم تهراق فی سبیل اللہ واما الاثران فاثر فی سبیل اللہ واثر فی فریضة من فرائض اللہ۔ (ترمذی)

ابو امامہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نقل کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ دو قطرے اور دو نشانات اللہ کو ہر چیز سے زیادہ پسند ہیں۔ آنسو کا وہ قطرہ جو خدا کے خوف سے نکلے۔ اور خون کا وہ قطرہ جو اللہ کی راہ میں بہایا جائے۔ اور دو نشانوں میں سے ایک نشان وہ ہے جو خدا کی راہ میں کسی کو لگے۔ اور دوسرا نشان وہ ہے جو خدا کے فرائض کو ادا کرتے ہوئے پڑ جائے۔

آنسو کا قطرہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آدمی واقعی خدا کا خوف رکھتا ہے اور وہ اس کی یاد میں تڑپ رہا ہے۔ اسی طرح خدا کے راستے میں زخم لگنا اور بدن سے خون ٹپکنا اس بات کی علامت ہے کہ آدمی پورے یقین کے ساتھ خدا کو پہچانتا ہے اور کسی حال میں وہ اس کے راستے کو چھوڑ کر کسی اور طرف جانے پر راضی نہیں ہے۔ اس لئے یہ دونوں قطرے اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہیں۔

خدا کی راہ میں نشان لگنے کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ جسم کے کسی حصے میں چوٹ آ گئے اور وہاں اس کا نشان پڑ جائے اور اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ خدا کی راہ میں دوڑ دھوپ کرنے کی وجہ سے آدمی کا تر و تازہ چہرہ جھلس گیا ہو۔ اس کا موٹا جسم دبلا ہو جائے اور اس کی بہترین صحت برباد ہو جائے۔ اسی طرح فرض کے نشان کا ایک مطلب یہ ہے کہ سجدے کے اثر سے پیشانی پر گٹھا پڑ گیا ہو اور اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ فرائض کو کثرت سے ادا کرنے کی وجہ سے اس کا پورا وجود اس میں ڈھل جائے جس طرح ایک نیک آدمی کے چہرے پر اس کی بھلائی ہویدا ہوتی ہے اور ہشاش بشاش آدمی کے چہرے پر ہر شخص تازگی کے آثار دیکھ لیتا ہے۔ اسی طرح جو شخص خدا کے احکام کی ادائیگی میں مصروف رہتا ہے وہ اپنے عمل کا مجسم نشان بن جاتا ہے۔ یہاں تک کہ صبح کے وقت دیکھ کر آپ معلوم کر سکتے ہیں کہ اس نے اپنی رات کس طرح گزاری ہے۔ اور شام کے وقت دیکھ کر اندازہ کر سکتے ہیں کہ وہ دن بھر کیا کرتا رہا ہے۔

حرف آخر — [illegible]

(باقی صفحہ [illegible])

مدرسہ شمسیہ عربیہ کرنول میں جلسہ

ناظرین کرام کو یاد ہوگا۔ اخبار نوید مجریہ ۱۶ مارچ ۶۸ء میں ایک مضمون بعنوان مدرسہ شمسیہ عربیہ کرنول شائع ہوا تھا۔ جو بالکل جھوٹ اور صداقت پر مبنی تھا۔ جس کی تائیدات بتاریخ ۱۹ مارچ کے اواخر میں جناب سید عبداللہ صاحب مدنی شولاپور سے کرنول تشریف لائے۔ اور کرنول کی تمام مساجد پر مجوزہ اشتہار چسپاں کیے۔ وھو ھذا۔

اطلاع عام

عام مسلمانان کرنول کو اطلاع دی جاتی ہے کہ مدرسہ شمسیہ کی تعلیم کے متعلق بہت ضروری بات مشورہ کرنا ہے اور آپ لوگوں کی مدد سے بچوں کی دینی تعلیم کا انتظام کرنا ہے۔ اسی لئے شولاپور سے میں بار صرف اسی کام کے لئے یہاں آیا ہوں۔ آپ حضرات بروز جمعہ بتاریخ 29-3-68 بعد نماز عشاء مدرسہ شمسیہ میں اپنے ہمراہ تعلیمی دلچسپی رکھنے والوں کو لے آئیے۔

ضرور تشریف لائیں کرنا اور اس پر عمل کریں۔

المشتہر:۔ سید عبداللہ مدنی
و خیر خواہان مدرسہ شمسیہ کرنول

جو لوگ شریک جلسہ تھے ان کا بیان ہے کہ وقت مقررہ پر ہم مدرسہ میں گئے اور جلسہ میں شریک رہے افسوس لوگ بہت کم تھے۔ صرف محلے کے لڑکے مدرسے کے ٹرسٹی اور ممبران۔

بہت افسوس ہے جنوبی ہند کا شہر کرنول بہت مشہور اور قدیم شہر ہے اس میں صرف مسلمان پچاس ساٹھ ہزار آباد ہیں لیکن عام اشتہار پر عوام کا حاضر نہ ہونا کھلی دلیل ہے کہ اہل کرنول کو مدنی صاحب پر اور مدرسہ ٹرسٹیوں پر کچھ بھی اعتماد نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ شریک جلسہ ہونے سے گریز کرتے ہیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خیر سب سے پہلے جناب مولوی عبداللہ صاحب مدنی نے بیان دیا۔

یہ مدرسہ بہت پرانا ہے اور اس مدرسہ میں تعلیم پاکر مولوی بنا ہوں اس مدرسہ کو بہت سے لوگ اپنی جائیداد وقف کئے ہیں۔ ایک زمانے کے بعد ہوا ہے میں دوبارہ اس مدرسے کا افتتاح ہوا جس میں مولوی عبدالجلیل صاحب مرحوم اور بہت سے علماء کرام تشریف لائے تھے۔ پہلے اس مدرسہ میں حافظ مجید صاحب مدرس رہے۔ شمار تین چار سال پڑھاتے رہے کسی وجہ سے چلے گئے۔ اس کے بعد حافظ عبدالرحمن کو رکھا گیا۔ وہ شمار پندرہ سال پڑھاتے رہے۔ اس کے ساتھ جو بچوں کو کھانا وغیرہ بھی مدرسہ سے مل رہا تھا۔ چار بچے کوئی ۳۰ روپیہ ماہوار تنخواہ پاکر کوئی ۳۰ جز کا حفظ ہوا۔ اور ایک بچہ پڑھنے آیا تھا وہ مولوی ہوکر آپ کے کرنول میں تقریر کی۔ جس کو سنکر آپ لوگ بہت خوش ہوتے تھے۔ اس کے بعد عبدالرحمن کا انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد دیگر مدرس رکھے گئے۔ پہلے مولوی محمد یوسف صاحب میسوری۔ اس کے بعد مولوی عبداللہ کا چوہدری اس کے بعد بہار والے ایک مولوی صاحب وہ بھی چلے گئے۔ یہ سب علماء رہنے کا سبب بچے ہی آتے نہیں۔ ہم منت کی رقم دے کر نہیں پڑھاتے اس لئے وہ سب چلے گئے۔ جب بچے ہی آتے نہیں تو ہم کیا کریں اب پھر دوبارہ عمر آباد وغیرہ کو خطوط لکھے ہیں کہ ایک اچھے مولوی کو روانہ کریں تاکہ مدرسہ شمسیہ میں پھر تعلیم کا سلسلہ جاری ہو۔ اس دوران میں ہزاروں روپیہ خرچ ہوچکا ہے اب ہم مدرسے میں دو مدرس مقرر کئے ہیں۔ اور اسی مدرسہ کی طرف سے معلوم ہے میں ایک مدرسہ ہے جو بچوں کو دینی تعلیم دے رہے ہیں۔ پھر ممبروں میں تین ممبروں کا اضافہ ہوا۔ ان کا انتخاب خود ممبروں ہی نے کیا بلکہ دوسروں نے ایک ممبر کو اپنی طرف سے پیش کیا تو وہ اور رد کر دیا گیا کہ اس ممبر کی کیا ضرورت ہے۔

بعض لوگوں کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ ہم ایک بورڈ رکھیں گے۔ جو دینیات تعلیم کرنے پر تبلیغ کریگا۔ ہم کو صرف چار بچے لینے ہیں کیونکہ اس زمانہ میں ماہانہ ایک بچے کا خرچ تیس روپیہ آتا ہے۔ لہذا امسال یہ بچے رکھے جائیں گے۔

ناظرین کرام! غور کیجئے عبداللہ صاحب مدنی اور سلام خاں صاحب کے بیانوں کا خلاصہ ہے۔ یہ بیان سراسر بلیغ سازی سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ یہ بیان صرف حقائق پر پردہ ڈالنے اور لوگوں کو دھوکے میں رکھنے کے لئے دیا گیا ہے۔

اس زمانہ میں لوگوں کی کثرت ہوں کی بیانات سے خود حکومت کا بجٹ لرزتی اور گھبرا گئی ہے۔ لاکھوں ہزاروں افسل اور مدرسہ پر بندہ کے تحت ہزاروں لاکھوں روپیہ ہر سال خرچ رہے ہیں۔ تعجب ہے کہ مدرسہ شمسیہ کو بچے نہیں ملتے۔ حالانکہ آج بھی ہندوستان میں سینکڑوں ہزاروں عربی مدارس چل رہے ہیں۔ اور ہر مدرسہ امید سے زیادہ بچوں سے بھرا ہے اور کتنے بچے داخلے سے محروم ہوجاتے ہیں۔

افسوس ہے کہ شمسیہ کو بچے نہیں ملتے۔ خود کرنول جمعیۃ کا مدرسہ جہاں سینکڑوں بچے تعلیم پا رہے ہیں۔ ہر سال کتنے بچے آتے اور داخل ہوتے ہیں اور کتنے بچے واپس کر دیئے جاتے ہیں۔ کمال جھوٹ ہے کہ مدرسہ شمسیہ کو بچے نہیں ملتے۔ خود کرنول میں بے سرو سامان عربی مدارس چل رہے ہیں جہاں اخراجات کے لئے چندے کے ڈبے دکانوں میں رکھے گئے ہیں۔ دکاندار جو کچھ ان ڈبوں میں ڈالتے ہیں وہ ہر ہفتہ جمع کرلیتے ہیں۔ اسی سے حافظ قرآن کی جماعت تیار ہو رہی ہے۔ الحمدللہ اسی سال کرنول کی مساجد میں بھی کرنول کے حفاظ نے محراب سنایا اور آئندہ سال بیرون کرنول حفاظ کو روانہ کرنے کا انتظام ہو رہا ہے۔ لیکن اس حقیقت کے ہوتے ہوئے مدرسہ شمسیہ کو بچے نہیں ملتے۔

جناب مولوی صاحب! آپ کے بیان میں صداقت ہے تو آپ ہی انصاف فرمائیں اور ممبروں کا حل کیجئے۔ بقول آپ خود مولوی محمد یوسف صاحب کے زمانے میں سب بچے چلے گئے اور مولوی صاحب بھی مفت کی تنخواہ لینے سے انکار کیا اور چلے گئے۔ یہ آپ کا بیان معقول نہیں ہے۔ ایک دو لڑکے جانا ممکن ہے لیکن سب لڑکے چلے جانا صریح جھوٹ ہے کیونکہ آج تک ایسا ہنگامہ کسی مدرسہ میں نہیں ہوا۔ اگر حقیقت یہ ہے سب لڑکے چلے گئے تو یقیناً اس کے اسباب اور علل نہایت قوی ہیں جن سے عمداً اعراض کیا گیا ہے۔

یہ تو ہے جس کی پردہ داری ہے جب آپ کو معلوم تھا کہ بچے سب چلے گئے۔ اب پڑھانے والا کون ہوگا تو آپ نے مولوی یوسف کے بعد مولوی عبداللہ کا چوہدری اور بہار والے مولوی کو کیوں بلایا؟ نیز اب دو مدرس جو دینیات کی تعلیم دے رہے ہیں وہ جماعت کو تعلیم دے رہے ہیں یا ملازموں کو؟ تمام علماء حاضر بھی ایک نہایت عجیب ہوا۔ الحاصل آپ کو یقین تھا کہ اب مدرسہ میں بچے کا آنا محال اور ناممکن ہے آپ نے مدرسہ کی عمارت ہندوؤں کو کرایہ پر دی اور اب کئی سال سے ہندوؤں کا مدرسہ چل رہا ہے۔ اسی طرح مجموعی آپ نے مدرسہ کی جائداد کے لئے کیا تجویز کی تھی۔ پہلے خود والی اور مالک بننا چاہتے تھے یا اولاد کے نام مقرر کرنا چاہتے تھے یا کسی رشتہ کے حوالہ کرنے کا ارادہ تھا یا عربی مدارس کو منتقل کرنے کا منصوبہ تھا یا اس کے اصلی وارثوں کو واپس کرنے کی رائے تھی۔ اگر کوئی تدبیر کر چکے تھے تو اس تدبیر پر عمل کیوں نہیں کیا گیا۔ اور کچھ تدبیر نہیں کی تھی تو دو دہائی کئی سالوں تک مال اپنے قبضہ میں رکھنے کا کیا مطلب؟

جناب مولوی صاحب آپ مدرسہ شمسیہ کے صدر ہیں۔ مدرسہ کی ساری حقیقت آپ پر ظاہر ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ مدرسہ کے تمام بچے چلے جانے کے اسباب کیا کیا ہیں کیوں بچے آپ کے مدرسے سے بھاگتے ہیں؟ کیوں بچے آپ کے مدرسہ میں جمع نہیں ہوتے؟

ناظرین کرام غور فرمائیں۔ جو لوگ مشکوٰۃ پڑھتے ہیں وہ عربی طلباء کی عزت فضیلت اور ان کا درجہ و مرتبہ خوب پہچانتے ہیں کہ وہ کس قدر مستحق ہیں۔ آسمان کے فرشتے ان کے پاؤں کے نیچے پر بچھاتے ہیں حتیٰ کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور مچھلی پانی میں یعنی تمام کائنات ان کے لئے دعاء استغفار کرتے ہیں۔ افسوس وہ بچے مدرسہ شمسیہ میں تحقیر کئے جاتے اور بیہودہ اور ذلیل و خوار کئے گئے سے زیادہ کئے جاتے ہیں۔

مولوی یوسف کے پاس لوگ جہاں مدرسہ کے بچے کے لئے آتے ہیں وہ مولوی صاحب کے سمدھی فضل الرحیم اور وہ سب ٹرسٹی بانٹ لیتے اور بچوں کے لئے بازار کے سڑے ہوئے دھان استعمال ہوتے تھے جو شاید جانور ہی کھا سکتے مدرسہ کے لئے ناخون کے بیسے آتے تھے افسوس وہ نا تو لوگ کھاتے تھے اور بچے سستے تھے۔ اور بچوں کو ہمیشہ آدھا پیٹ کھانا ملتا تھا۔ کوئی بچہ شکایت کی تو ناحق مارا جاتا تھا۔ اگر کوئی قسمت کا مارا لڑکا بیمار ہوا تو اس کے لئے کھانے پینے اور دوا کا کوئی انتظام نہیں۔ وہ تڑپتا اور مرتا رہتا یا خود اسپتال جاکر دوا لاتے یا گھر واپس چلے جاتے۔ افسوس جب مولوی صاحب کو ایک بار بھی توفیق نہیں ہوئی کہ مدرسہ میں داخل ہوتے والدین کے حالتوں کا جائزہ لیتے اور مناسب انتظام فرماتے۔ حق تو یہ ہے جو بھی برا ہو ہو ہو شناسے ان عربی طلباء کی قدر و قیمت ارباب علم جانتے ہیں جیسا کہ ان حقائق کو کیا پہچانے انما یعرف ذا الفضل من الناس ذووہ

مولوی عبداللہ مدنی کا مدرسہ شمسیہ کو ... بچے ...

بقیہ - مدرسہ شمسیہ عربیہ کرنول میں جلسہ

گھر کا کام کرنا۔ اگر کوئی کوتاہی کی تو مار دھاڑ کرنا۔ اور مدرسہ ہی سے نکال دیتا تھا۔ مدرسہ شمسیہ کا بڑا دروازہ بند کر دیتا کہ علاوہ کوئی شخص پانی بھرنے نہ آئے اور خود مدرسہ کے بچوں سے صبح و شام پانی بھرواتا تھا۔ بازار سے سودے کی گٹھریاں لاتا تھا۔ بیچارے دھوپ کی تمازت میں اناج کی بوریاں اور گٹھریاں سروں پر لاد لاتے تھے تو حرارت اور تمازت سے بیہوش ہوتے تھے۔ ہر روز بچوں کا کام تھا کہ ان کے گھر کے بچوں نے پکھا کا اور ... جب کبھی کرنا ... آٹا ... بیمار کے لئے ہسپتال سے دوائی لانا۔ مریض کے ہاتھ پاؤں دباتے بیٹھنا۔ چھوٹے بچوں کو گود ہی کھلانا۔ ان کا پیشاب پاخانہ صاف کرنا۔ اور بچوں کے پھٹے کپڑے دھونا وغیرہ وغیرہ۔ مولوی صاحب یہ تمام نظارے دیکھتے تھے۔ افسوس ایک بار بھی نہیں کہا کہ یہ لڑکے اللہ کے مہمان ہیں۔ اسلام کے مبلغ ہیں ان کی سعادت اور برکت سے قہر الٰہی کے طوفان ماند ہوتے اور غضب الٰہی کے ... بجھتے ہیں اور اللہ کی رحمت ملتی ہے۔ ان سے کام مت لو۔ ان کو ستانا گویا رسول کو دکھ دینا اور عذاب الٰہی کو دعوت دینا ہے۔ اب جب کہ بچے نا قدری تکلیف اور مصیبتوں سے تنگ آگئے تو فرار ہوگئے۔ اور مدرسہ خالی ہوگیا۔ اب مولوی صاحب بیٹھے جلاتے اور دھاڑیں مارتے ہیں کہ بچے نہیں آتے۔ یہ جا کے وہ جاتے تم جاؤ اور کہیں سے بچے بلا لاؤ۔

یہ اصل حقیقت تھی یہاں کوئی بچہ نہ مولوی ہوا اور نہ حافظ ہوا نیز جب تک مدرسہ ان کے ہاتھ میں رہے گا یقیناً کوئی مولوی حافظ نہیں ہو سکتا۔ یہ بچوں کو اپنے دو فائدوں کے لئے جمع کرتے ہیں۔

اولاً بچوں سے نوکروں کی طرح بلا مزدوری کے گھروں کا کام لیتے ہیں۔

ثانیاً بچوں کو بھوکا پیاسا آدھا پیٹ کھلا دیتے ہیں اور حساب کو بہت بڑھا چڑھا کر لکھ دیتے ہیں۔ اگر کسی شخص کو منظور ہے تو اپنے بچے کو مدرسہ شمسیہ روانہ کرے۔ اگر کوئی شخص اپنے بچے کو تباہ و تاراج کرنا اور اس کی زندگی برباد کرنا چاہتا ہے تو وہ مدرسہ شمسیہ روانہ کرے۔ اور قبل ازیں تصور کرے کہ چار بچوں کی گھر میں پانی اور سودا لانا ہوگا۔ ... کے پاؤں دبانا اور بچے کھلانا ہوگا وغیرہ وغیرہ

اگر کوئی شخص اپنے لڑکے کو پڑھانا چاہتا ہے تو وہ ہرگز اس مدرسہ کو مت بھیجے کیونکہ یہ مدرسہ چلانے والے نا قابل ہیں نا لائق ہیں۔ اور نا اہل ہیں۔

سید عبداللہ صاحب مدنی کو ہم یہ مشورہ دیتے ہیں کہ آئندہ وہ مدرسہ کا خیال بھی کبھی نہ کریں وہ اس کے اہل نہیں ہیں بلکہ آپ کے لئے یہ بہتر ہے کہ جو بھی مدرسہ کے لئے چندہ وصول کیا تھا۔ ان کو یا ان کے وارثوں کو جا کر واپس کیجئے کیونکہ اس وقت آپ موت کے دروازہ پر کھڑے ہیں۔ آپ کی عمل اور بیمار کا اقتضا رہتی ہے اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو یاد رکھئے ضرور یہ سب کچھ سرمایہ جہنم کی آگ میں تبدیل ہونے والا ہے۔ اللّٰھم اجرنا من النار آمین۔ وما علینا الا البلاغ۔ (باقی آئندہ)

ضروری درخواست

یہاں عام طور پر مشہور ہے کہ مدرسہ شمسیہ سے ماہانہ سید عبداللہ صاحب مدنی کو ایک سو روپیہ اور آپ کے ... فضل الرحمٰن کو پچاس روپیہ وظیفہ مل رہا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو بتلایئے! کس مد سے آپ یہ خیرات کا مال لے رہے ہیں؟ اگر غلط ہے تو عام جلسہ میں انکار کیجئے۔ اور کتنے روپیہ چندہ وصول ہوا ہے۔ اگر کچھ بھی نہیں ہے تو ... ظاہر کیجئے تاکہ ...

شری بلراج مدھوک جی کے نام کھلا خط!

از - زاہدہ بیگم (ایم اے، ایم ایڈ) میسور

شری بلراج مدھوک جی! ــــ

آپ نے ہم مسلمانوں کو جو ... کا بیان دیا جو تقریر کی وہ پڑھ کر بہت ہی رنج اور افسوس ہوا۔ رنج اور افسوس اس لئے نہیں کہ آپ نے ہم مسلمانوں پر کیچڑ اچھالا ہے۔ رنج اس لئے نہیں کہ آپ نے ہم مسلمانوں کو سخت ترین اور بدترین سزا دینے پر زور دیا تھا۔ رنج اس لئے بھی نہیں کہ آپ نے ہمیں غدار کہا ہے۔ بلکہ رنج تو اس بات کا ہے کہ آپ جیسا ہندو لیڈر جو رامائن اور بھگوت گیتا کا پڑھنے اور اپنے سینے سے لگانے والا ایسا کہہ رہا ہے۔ کیا قتل و غارت گری کا سبق نہیں دیتی گیتا؟ آپ سے یہ نہیں کہتی کہ ہر اس شخص کو جس ... نہیں ہیں۔ گیتا یہ سبق نہیں دیتی کہ مسلمانوں کے گھروں کو آگ لگا دو۔ ان کا مال لوٹ لو۔ ان کی عزت سے کھیلو۔ اور ان کو دانے دانے کو محتاج کر دو۔ یاد رکھو تمہیں بھی ایک دن اس خدا کے دربار میں جانا ہے۔ ... حساب دینا ہوگا۔ اے اکھنڈ بھارت کے خواب دیکھنے والے! کیا یہ ... مسلمانوں کو ختم کر دینے کے منصوبے بنانے سے پورا ہوگا تم جب ہمیں غدار کہتے ہو تو کیوں بھول جاتے ہو کہ ... تمہارے ہی گروہ سے تھا۔ یہ کیوں بھلا دیتے ہو کہ ہند و پاک کی جو لڑائی ہوئی ہے اس میں ہم ہندوستانی مسلمانوں نے بھی اتنا ہی خون بہایا ہے جتنا کہ ہندوؤں نے بہایا ہے بریگیڈیر عثمان کو کیوں بھول جاتے ہو جس نے کشمیر کی پہلی لڑائی میں اپنے سینے پر گولی کھائی تھی۔ عبدالحمید حوالدار کو کیوں بھلا دیتے ہو جس نے اکیلے ہی پاک کے کئی ٹینکوں کو تباہ کر دیا۔ اور اپنے خون کا آخری قطرہ تک اپنے ملک کی حفاظت کرتے ہوئے بہا دیا۔ ہم وطن کی حفاظت میں ہمارا خون اپنے ہندو بھائیوں کے خون کے ساتھ نہیں بہا؟ مانتی ہوں کہ ہم مسلمانوں کو سخت ترین اور بدترین سزا دی جانی چاہئے کیونکہ ہم اس کے حقدار ہیں۔ مگر سزا کے حقدار اس لئے نہیں کہ ہم نے اپنے غدار ہونے کا الزام لگایا ہے۔ حقدار اس لئے ہیں کہ ... سزا اس لئے بھی ... اللہ اور اس کے رسول کے بتلائے ہوئے راستے کو چھوڑ دیا ہم نے قرآن کو صرف پڑھا عمل نہیں کیا۔ ہم نے محبت اور انصاف کا سبق ... نہ ہوئے۔ ہم خود غرض اور قوم فروش بنے اور ہم نے حرام و حلال کی تمیز چھوڑ دی سزا اس لئے دینی چاہئے کہ ہم لا الہ الا اللہ کہتے ہیں مگر اللہ کے سوائے ہر ایک کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں۔ سزا اس لئے دینی چاہئے کہ ہم بزدل ہوگئے۔ مدھوک صاحب! ایک عجیب و غریب بات ہے اپنی گرہ میں باندھ لیجئے۔ ہم مسلمانوں کو قتل و غارت کرنے کے پروگرام بنا کر ... مت۔ ہمیں اسی غفلت کی نیند سونے دیجئے ورنہ ہم مسلمان جاگ جائیں گے۔ جب جاگ جائیں گے تو اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے راستے پر چل پڑیں گے۔ ایک اور ایک ہو جائیں گے۔ اور ہم میں اتفاق و اتحاد پیدا ہو جائے گا۔ اور پھر ایک ایسی طاقت پیدا ہو جائے گی جس پر آپ ظلم کرنا تو کیا آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھ سکیں گے۔

یہ وہی قوم ہے جس نے حضرت خالد بن ولید رض کی شکل میں ایک ہونے کے باوجود ساٹھ ہزار رومیوں کے مقابلے میں ڈٹے جانے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ یہ وہی تو ہے جس نے اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر قلعہ خیبر کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اکھاڑ ڈالا تھا اور ڈھال بنایا تھا۔ یہ وہی تو ہے جو اللہ کی راہ میں شہید ہو جانے کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ مدھوک جی! آپ یہ نہ سمجھ جائے کہ میرے نوجوان بھائی جو آج ... موسیقی ... ہیں وہ بھی حضرت خالد بن ولید رض اور طارق جیسے ہی بہادروں کے سینے کے راز پا لیں گے۔ (ماخوذ)

عبدالعزیز رحمانی
ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر نے
دائرہ الکٹرک پریس حیدرآباد
پتھر بازار میں چھپوا کر
دفتر عزیز
گلی گلی کرنول
سے شائع کیا۔

REGD. NO: H-494
نمبر خریداری
To
FROM:
AZIZ FORTNIGTLY KURN...